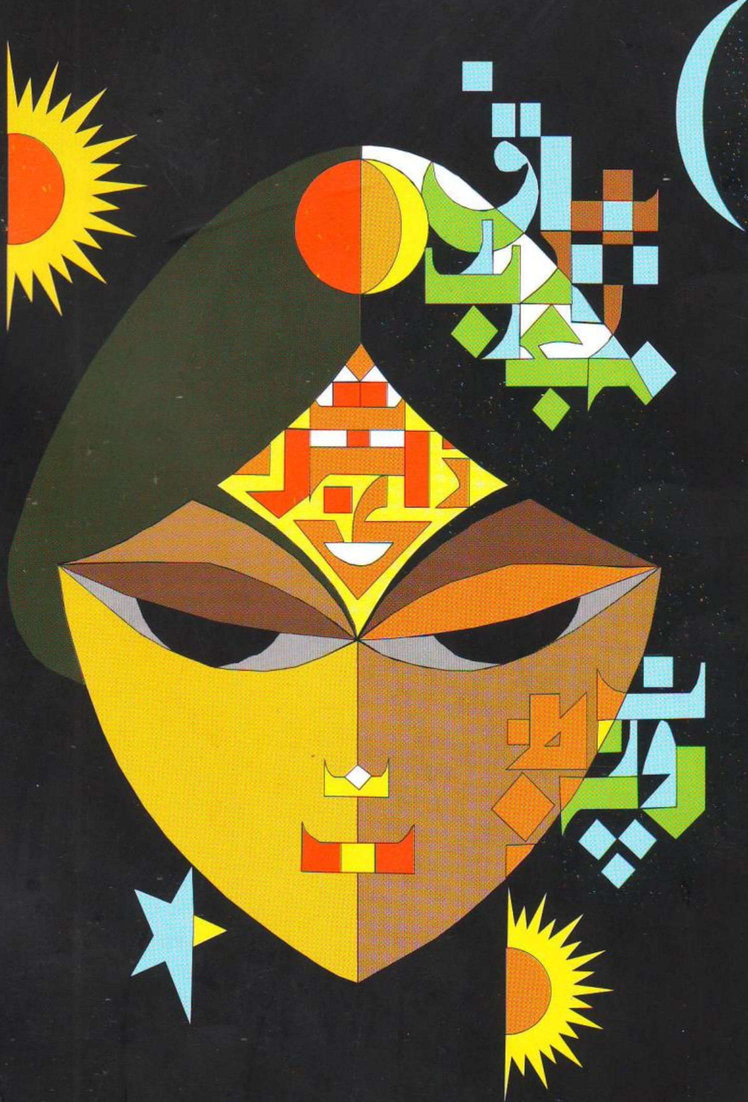
اُس کے نام



ڈاکٹر شیخ اقبال

اُس کے نام

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال
ایم اے انگلش، ایم اے اردو،
ایم فل (گولڈ میڈلسٹ)، پی ایچ ڈی

کتاب کا نام: اُس کے نام

شاعر: پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

تعداد: 1000

کمپوزنگ: تنویر احمد

سرورق: اسلم کمال

طابع: ثنائی پریس سرگودھا

ناشر: پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

اشاعت: 2014ء

قیمت: 300/-روپے

ملنے کا پتہ:

131۔رحمت پارک یونیورسٹی روڈ سرگودھا

فون: 03004489399, 048-3226686

www.sufaidchari.com

email. iqbalsheikh68@yahoo.com

شاہد بخاری

D-651 فیصل ٹاؤن لاہور

042-5161149, 03004855148

انتساب

سبھی جسم و جاں کی ریاضتیں
سبھی چشمِ تر کی امانتیں
لبِ خستہ جاں کی لطافتیں
سبھی دست و پا کی کرامتیں
تری اک نگاہ پہ وار دوں
مرے گل عذار تری قسم
مرے فکر و فن کے گل و سمن
مری شاعری کی کرن کرن
مرے حرف کا سبھی بانکپن
مرے جذب و شوق کی ہر چبھن
تری اک نگاہ پہ وار دوں
مرے گل عذار تری قسم

مجھے جو یقین و گماں ملا
مجھے جو شعورِ جہاں ملا
جو عیاں ملا جو نہاں ملا
جو زماں ملا جو مکاں ملا
تری اک نگاہ پہ وار دوں
مرے گل عذار تری قسم

مری صبحِ غم کی مصوری
مری شامِ درد کی شاعری
مری عمر بھر کی فسوں گری
مری عاجزی مری خود سری
تری اک نگاہ پہ وار دوں
مرے گل عذار تری قسم

یہ جو خواہشوں کا خمار ہے
یہ جو حسرتوں کا حصار ہے
غمِ زیست ہے غمِ یار ہے
یہ جو جیت ہے یہ جو ہار ہے
تری اک نگاہ پہ وار دوں
مرے گل عذار تری قسم

فہرست

حرفِ سپاس

ایک اور ادنیٰ سی شعری کاوش نذرِ قارئین ہے۔اس سے پہلے کئی ایک کاوشیں نذرِ قارئین کر چکا ہوں۔شاید کچھ زیادہ ہی کاوشیں ہو گئی ہیں ویسے تو شعری تخلیق کو کاوش کہنا ہی چنداں مناسب نہیں کیونکہ یہ کچھ بے اختیار سا عمل ہوتا ہے۔جب ہم اقلیمِ شعر میں با اختیار ہونا چاہتے ہیں تو بے بسی سی آن گھیرتی ہے اور جب ہمیں لگتا ہے کہ اب شاید ہم کچھ نہیں لکھ پائیں گے،کوئی شعر نہیں کہہ پائیں گے تو اشعار کی بھر مار ہونے لگتی ہے۔میری رائے میں شعر دراصل ہماری لاشعوری کاوشوں کا نتیجہ ہوتا ہے،دل جانے کیا کیا کچھ کہنا چاہتا ہے لیکن کہہ نہیں پاتا،کبھی ادھوری سی بات کہتا ہے کبھی پوری پوری سی اور کبھی کچھ ایسی بات بھی کہہ اٹھتا ہے کہ ہم خود بھی حیران و ششدر رہ جاتے ہیں۔بہر حال اختیار اور بے اختیاری کا یہ عمل جاری رہتا ہے۔

''یہ کافر دل نہیں مانا'' کی اشاعت کو کوئی ۷ سال ہو چکے ہیں اس کے بعد شعری صورت میں جو کچھ ہوا اس کا ایک حصہ تو محترم تصور اقبال کی تالیف ''ڈاکٹر شیخ اقبال شخصیت اور فن'' میں شامل ہے اس کے علاوہ جو کچھ ہوا وہ بھی اب ایک مجموعے کی صورت میں شائع کرا رہا ہوں شعری مجموعے کی اشاعت خاصا دشوار کام ہے اور میرے لئے تو یہ دشوار تر ہو جاتا ہے لیکن بہت سے دوستوں کے تعاون سے یہ مشکل کام مشکل نہیں رہتا۔ان دوستوں میں سید نسیم الغنی،اقبال نثار اور تنویر احمد شامل ہیں۔تنویر احمد نے تو پوری کتاب کی کمپوزنگ خود ہی کی ہے۔علاوہ ازیں بہت سے احباب کے مشورے گراں بہا کردار ادا کرتے رہے

ہیں۔ جن میں پروفیسر شاہد اسلام دانش، سعید احمد بوٹہ، عبدالباسط تبسم، پروفیسر ڈاکٹر اشرف شاہین جیسے احباب شامل ہیں۔ میں بہت ممنون ہوں محترم نسیم سحر کا کہ انہوں نے مجموعے کے حوالے سے اپنی گراں قدر رائے تحریر کی۔ میں برادرِ محترم خالد اقبال اور شاہد بخاری صاحب کا بالخصوص شکر گزار ہوں کہ انہوں نے Flaps تحریر کئے۔ لیکن دراصل میں خصوصی طور پر سپاس گزار ہوں محترم رُوحی کنجاہی صاحب کا جنہوں نے میرا کلام پڑھا اور مجھے نہایت مفید مشوروں سے نوازا اور پھر اپنی رائے بھی تحریر کی۔ محترم اسلم کمال کا بھی میں سپاس گزار ہوں کہ وہ ہمیشہ مجھ سے اپنی محبت کا اظہار کرتے ہیں اور خوبصورت ٹائٹل سے نوازتے ہیں جس سے کتاب کی قدر و قیمت میں بے پناہ اضافہ ہو جاتا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر شیخ اقبال
۱۳۔اپریل ۲۰۱۴ء

حسن، محبت اور زندگی کا شاعر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال میرے دیرینہ اور عزیز ترین دوستوں میں شامل ہیں۔ مجھے ان کی دوستی پر فخر ہے۔ وہ کسی تعارف کے محتاج نہیں، ریٹائرمنٹ کے بعد بھی سرگودہا یونیورسٹی سے منسلک رہے ہیں، وہ بے مثال اور نہایت عمدہ شاعر اور ادیب ہیں۔ عرصہ دراز سے ایک ادبی، فلاحی، اصلاحی ماہوار رسالہ "سفید چھڑی" نکال رہے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنی ذاتی مساعی سے سرگودہا میں نابینا افراد کی فلاح و بہبود کا ادارہ بھی چلا رہے ہیں۔ الغرض کثیر الجہات شخصیت کے مالک ہیں، ان کے کارناموں سے اہلِ قلم اور اہلِ نظر بخوبی آشنا ہیں۔ "جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے" والا معاملہ ہے، سرکار اور دربار آپ سے بے نیاز و بے خبر ہو تو ہو۔ حیرت ہے کہ اتنی بڑی ہمہ صفت نابغۂ روزگار شخصیت ابھی تک تمغہ حسنِ کارکردگی نہیں پا سکی، سرکاری اور درباری معیاروں کا اللہ ہی حافظ ہے۔ رہا آپ کا تازہ شعری مجموعہ "اُس کے نام" تو عرض ہے کہ میں نے اس کا مطالعہ بڑی گہرائی سے کیا ہے۔ مجھے ان کا کلام پڑھ کر محسوس ہوا ہے کہ وہ ایک قادر الکلام اور جواں فکر شاعر ہیں، ان کا مشاہدہ کچھ اتنا عمیق اور گہرا ہے کہ کسی بڑے بینا شاعر کا بھی کیا ہوگا۔ وہ بظاہر نابینا ہیں مگر ان کا ذہن، سینہ، نس نس اور حرف حرف روشن و تابندہ ہے۔ ان کے کلام سے ظاہر ہوتا ہے کہ انہیں انسانی نفسیات، جذبات و احساسات کا عمیق ادراک حاصل ہے۔ ان کا اسلوب دلکش اور اظہار خوبصورت ہے۔ وہ حسن، محبت اور زندگی کے شاعر ہیں، انہوں نے چھوٹی بحروں میں سادہ اور عام فہم الفاظ میں بڑی پر تاثیر شاعری کی ہے، ان کا کلام سہلِ ممتنع کی نہایت عمدہ مثال ہے۔

”از دل خیزد و بر دل ریزد“

والا سلسلہ ہے، انہوں نے نئی اور لمبی ردیفوں والی زمینیں بھی تراشی ہیں، نئی اور لمبی ردیفوں کو نہ صرف بخوبی نبھایا ہے بلکہ ان میں خوبصورت اور پرتاثیر اشعار بھی نکالے ہیں جنہیں پڑھ کر ان کی قادرالکلامی کا قائل و معترف ہونا پڑتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ ان کا کلام اہلِ نظر سے مدتوں داد و تحسین حاصل کرتا رہے گا۔ اس قابلِ مطالعہ مجموعہ کلام کے چند خوبصورت اشعار دیکھئے۔

ے یہ کیسی آگ بھڑکی اک نظر میں
ہر اک منظر جلا کر رکھ دیا ہے

ے ہر طرف خوفناک منظر ہیں
کتنا اچھا تھا بے بصر ہونا

ے ترا ذکر ہے مری زندگی، تری یاد ہے مری روشنی
یونہی ٹمٹماتا رہے دیا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

ے وہی ہزاروں برس سے حیلے شکاریوں کے
وہی پرندوں کی خوش گمانی وہی کہانی

ے دن بھی لکھتا ہے داستاں میری
رات بھی میری آپ بیتی ہے

ے عادتاً جی رہا ہوں برسوں سے
دل لگایا بہت، لگا بھی نہیں

ے مری جھولی میں بس دو چار پل ہیں
انہیں صدیاں بنانا چاہتا ہوں

ے بجھ گیا ایک دیا رات گئی بات گئی
اب کسے یاد بھلا! رات گئی بات گئی

ے چاند لمحوں کو وقفِ نظر کر دیا
تیری تصویر تکتی رہی عمر بھر

رُوحی کنجاہی

۱۰/اپریل ۲۰۱۴ء

''اُس کے نام''

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کے تازہ شعری مجموعے پر کچھ لکھنے کا مقصد محض اُن کی شاعری کے بڑے کینوس کا اعتراف اور اُن کی شخصیت کی بے شمار مثبت جہات کی تحسین ہی نہیں، بلکہ اِس مسرّت کا اظہار بھی ہے کہ اُن کے بارے میں اب تک جو بے شمار نامور اور شہرت یافتہ ادبی شخصیات لکھ چکی ہیں اُن کی فہرست کے آخر میں میرا نام بھی شامل ہو گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مَیں خود بھی اُن کی شاعری کے علاوہ ان کی نثری تخلیقات، اُن کی ادبی سرگرمیوں، اُن کی ادارتی کاوشوں اور اُن کی محفل آرائیاں دیکھ دیکھ کر گذشتہ کئی مہینوں سے اُن کے بارے میں لکھنا چاہ رہا تھا۔ اب اُن کی کتاب جو ''اُس کے نام'' سے شائع ہو رہی ہے، ظاہر ہے کہ 'اُس' کے نام ہے، میرے نام نہیں، مگر یہی کیا کم ہے کہ قرعۂ فال بنامِ منِ دیوانہ زدند!

عموماً کسی بھی شاعر یا ادیب کی زود گوئی کو اُس کی تخلیقی صلاحیتوں کے لئے نقصان دِہ سمجھا جاتا ہے، مگر یہ عمومی کلیہ ہر تخلیق کار پر منطبق کرنا بھی درست نہیں ہوتا۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال وہ واحد شخصیت نہیں ہیں جو اس کلیے سے مستثنیٰ قرار دیے جا سکتے ہوں، مگر ایسی شخصیات کی تعداد اِتنی زیادہ بھی نہیں ہے کہ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال اُن میں گم ہو کر رہ جائیں۔ چنانچہ اُن کی شاعری، جو گذشتہ تین دہائیوں سے 'سفید چھڑی'' کی وساطت سے یا دیگر کتب کے ذریعے میرے مطالعے میں رہی ہے، مُجھے ان کے ارتقائی اور تخلیقی سفر سے مسلسل روشناس کراتی رہی ہے، بلکہ اگر مَیں یہ کہوں تو غلط نہ ہو گا کہ اُن کی زود گوئی اُن کی مجبوری ہے کہ وہ اپنے جس ارتقائی سفر پر تیزی سے گامزن ہیں اتنی ہی تیزی سے اُس کا اظہار بھی کریں۔ یہاں شاید یہ بھی کہنا ضروری ہے کہ جس تخلیق کار کے پاس کہنے کے لئے واقعی کچھ ہوتا ہے، اس کے تخلیقی سفر کی رفتار کم ہو یا تیز، اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کو اگر اللہ تعالیٰ نے زود گوئی میں اپنا مسلسل اظہار کرتے رہنے کی صلاحیت دی ہے تو ساتھ ہی یہ خوبی بھی دی ہے کہ وہ اپنے اشعار میں فنی

تکمیلیت کا اہتمام کرنے کے ساتھ ساتھ تازہ کاری اور نئے موضوعات کو سہلِ ممتنع سے آراستہ بھی کرتے ہیں۔ ایں سعادت بزورِ بازو نیست!

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی شاعری کے جس ارتقائی سفر کا مَیں نے ذکر کیا ہے اُس کا مَیں اِس لحاظ سے عینی شاہد ہوں کہ اُن کا کلام مُسلسل ادبی جرائد میں نظر سے گزرتا رہتا ہے اور میں نے یہ خاص طور پر محسوس کیا ہے کہ وہ نہ صرف اپنے عہد کے ساتھ چل رہے ہیں بلکہ اپنے ساتھ بہت سے دیگر چلنے والوں کی رہنمائی بھی کر رہے ہیں۔ خاص طور پر غزل میں اُن کا کمال یہ ہے کہ وہ اپنے لئے زیادہ تر پہلے سے یکسر غیر مستعمل قافیے ردیف تلاش کر کے لاتے ہیں اور یوں وہ اپنے اظہار کے لئے ایک نیا افق تلاش کر لیتے ہیں۔ یہاں میں جلدی سے یہ بھی کہتا چلوں کہ یہ بھی ہر شاعر کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ نئے قافیے ردیف کے ساتھ اپنی غزل میں کوئی نئی بات بھی کہہ سکے، اور یہ بھی ضروری نہیں ہوتا کہ اُس کا ہر شعر اور ہر غزل ہی نئی بات اور نئے موضوع کا احاطہ کر سکے، کسی شاعر کی شاعری کا مجموعی جائزہ لے کر ہی یہ دیکھا جا سکتا ہے کہ اُس کی شاعری میں نیا پن کتنا ہے اور نئے پُرانے اشعار میں تناسب کیا ہے۔ پھر یہ بھی ہے کہ ایک حقیقی تخلیق کار کے لئے نئے اور پُرانے کی بحث کوئی اہمیت نہیں رکھتی، وہ پُرانے قافیوں ردیفوں کے ساتھ بھی ایسے شعر کہہ سکتا ہے جو قاری کی توجہ حاصل کر سکیں اور وہ کہہ سکے کہ ہاں، یہ ایک اچھوتا خیال ہے جو پہلے نہیں باندھا گیا تھا۔ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی شاعری میں یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ جہاں نئے قافیے ردیف نہیں ہیں وہاں بھی اُن کا شعری وفور شعر کو 'پرانا' نہیں ہونے دیتا۔

شاعری ہمیشہ کی طرح آج بھی بہت سے شاعر کر رہے ہیں، ایسا لگتا ہے کہ اب خاص طور پر غزل تو منوں نہیں، ٹنوں کے حساب سے لکھی جا رہی ہے۔ شاید کوئی تنقید نگار کہے کہ غزل لکھی نہیں جاتی، کہی جاتی ہے، لیکن مَیں نے جان بوجھ کر 'لکھی جا رہی ہے' کہا ہے، کیونکہ جیسی غزلیں عموماً آج کل کے ادبی جرائد اور اخبارات میں دیکھنے میں آ رہی ہیں، وہ آمد کا نہیں، زورِ قلم کا نتیجہ لگتی ہیں، کہیں کہیں تو کسی فیکٹری میں بنی ہوئی، ایک سا خیال، ایک سا طرزِ اظہار، ایک سا کچا

پن۔چنانچہ جب کسی بھی شاعر کے کلام کی پرکھ کی جارہی ہوتو ہمیں لکھی جانے والی اور کہی جانے والی غزل کا فرق ملحوظ رکھناپڑتا ہے۔یہ بھی دیکھناپڑتا ہے کہ کیا کسی شاعر کی شاعری محض عہدِ عتیق کی شاعری کا پرتَو ہے،اپنے عہد میں کی جانے والی شاعری کا چربہ ہے،یا ایسی شاعری ہے جسے پڑھ کر احساس ہو کہ شاعر نے کوئی نئی بات کہی ہے،کوئی نیااور پہلے سے انوکھااور دلکش پیرایۂ اظہار اختیار کیا ہےاور پہلے سے ہونے والی شاعری میں کوئی ایسا اضافہ بھی کیا ہے جو صرف اُسی سے منسوب ہو سکتا ہے۔ان سب جہات سے جب ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی شاعری کا جائزہ لیا جائے تو اِس خوشگوار حقیقت کا انکشاف پڑھنے والے کو ایک بھرپور نشاطیہ کیفیت میں پہنچا دیتا ہے کہ ان کی شاعری ان کی ذات اور ذات کے وسیلے سے کائنات کے انکشافات کا ایک کہکشانی سلسلہ ہے۔وہ کتنی آسانی اور کس قدر عام فہم لہجے میں کیسی گہری بات کہہ جاتے ہیں۔اِس کا ادراک اُن کے قاری کے لئے اِس لئے بھی مشکل نہیں ہوتا کہ ان کی شاعری میں کوئی گنجلک تراکیب،کوئی ادق الفاظ استعمال نہیں ہوتے۔

مَیں کسی کتاب کے دیباچے میں صاحبِ کتاب کے بہت زیادہ اشعار مثال کے طور پر دینے کا قائل نہیں ہوں کہ وہ اشعار تو کتاب میں موجود ہوتے ہیں،تاہم ذرا یہ چند شعر ملاحظہ کیجئے اور پھر اگر آپ ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی شاعری کے بارے میں مَیں نے جو عرض کیا اُس سے متفق ہوں تو میرے حق میں کلمۂ خیر کہنا نہیں بھولئے گا:

ہم نے باتیں ہی کیں آپ کی عمر بھر
لوگ کہتے ہیں، کی شاعری عمر بھر

انہیں آتا ہے جینے کا سلیقہ
جنہیں مرنے کی ہمت ہو گئی ہے

میں ایک ایسے جہاں میں پہنچ گیا ہوں جہاں
اندھیرا کھیل ہے اور روشنی تماشا ہے

مجھے نقطہ بنا کر رکھ دیا ہے
لکیروں میں پھنسا کر رکھ دیا ہے

کسی منظرِ حسیں پر مری آنکھ پھر نہ ٹھہری
مری پہلی پہلی چاہت، مرا اوڑھنا بچھونا

ہمیں دیوانگی نے آ لیا ہے
کسی آشفتہ سر پہ مر مٹے ہیں

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی شاعری اُن کی زندگی اور شخصیت کا ایک مضبوط حوالہ ضرور ہے، مگر محض یہی اُن کا مکمل حوالہ نہیں ہے۔اُن کی زندگی کے بیشمار دوسرے پہلو بھی ایسے ہیں کہ جی چاہتا ہے اُن پر قلم اُٹھایا جائے،انہوں نے بصارت سے محروم ہونے کے باوجود جس بڑے پیمانے پر شعروادب کی خدمت کرنے کے ساتھ ساتھ ایک ٹیچر،لیکچرر،پروفیسر،مدبّر،سوشل ورکر اور بہت سی دیگر حیثیتوں میں نوعِ انسانی کی جتنی خدمت کی ہے اور اِس راستے میں پیش آنے والی تمام تر رکاوٹوں،نفرتوں،تعصبات اور مشکلات کے باوجود جس حوصلے،جس کشادہ ظرفی اور جس جنونی لگن کے ساتھ ہر لحاظ سے اپنے آپ کو نوعِ انسانی کی فلاح و بہبود کے لئے ایک مثالی انسان ثابت کیا ہے ویسا بہت سے بصارت رکھنے والے اور اُن سے کہیں زیادہ وسائل رکھنے والے بھی نہیں کر سکے۔لیکن ان کی یہ بیشمار جہات الگ اور بھرپور مضامین کا تقاضا کرتی ہیں جو اُس کے نام سے شائع ہونے والی کتاب میں سمیٹی نہیں جا سکتیں،بلکہ اس کے لئے ایک الگ کتاب لکھنی ہوگی جو ”اُن“ کے یعنی ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کے نام ہو۔

نسیم سحر
راولپنڈی۔۷/اپریل ۲۰۱۴ء

منزلوں کی بات چھوڑو کس نے پائیں منزلیں
اک سفر اچھا لگا ،اک ہمسفر اچھا لگا



درد کے دن گزر جائیں گے ایک دن
سارے دریا اتر جائیں گے ایک دن

چلتے چلتے نہ جانے کہاں آ گئے
لوٹ کر اپنے گھر جائیں گے ایک دن

کچھ نہ کچھ زخم دیکھو نا! بھر ہی گئے
جتنے باقی ہیں بھر جائیں گے ایک دن

جس طرف ان دنوں کوئی رستہ نہیں
سب ہی رستے ادھر جائیں گے ایک دن

چھپ کے بیٹھا کہیں وہ حسیں چاند ہو
اس لئے چاند پہ جائیں گے ایک دن

☆☆☆

o

مجھے فکرِ جہاں نے آ لیا ہے
مرا ذوقِ نظر بے دست و پا ہے

کہاں بن کر سنور کر جا رہے ہو
کسے فرصت ہے، کوئی دیکھتا ہے!

وفا کے دشت میں گھر کا تصور
تمہیں جانِ غزل دھوکا ہوا ہے

کہیں گلشن ہو یا پُرخار راہیں
جہاں کے قہر میں سب ایک سا ہے

کوئی بھی شہر میں واقف نہیں جب
تو پھر یہ کون دستک دے رہا ہے

تلاشِ گمشدہ ہے اور میں ہوں
کوئی منزل نہ کوئی راستہ ہے

ہمارا عشق تو مانا، جنوں تھا
تمہارے حسن کو کیا ہو گیا ہے؟

جو چل پڑتا ہے اس کی منزلیں ہیں
جو ٹھہرا وہ سدا ٹھہرا رہا ہے

ابھی سے شام سر پر آ گئی ہے
ہمارا کام تو پھیلا پڑا ہے

پکارے گا بھلا اب کون مجھ کو
کوئی آواز تھی ایسا لگا ہے

تمہیں اک بے وفا کی فکر لاحق
زمانے کا زمانہ بے وفا ہے

تمہیں پھولوں پہ چلنا ہو مبارک
ہمارے سامنے صحرا پڑا ہے

دیئے سب جسم و جاں کے بجھ گئے ہیں
چراغِ دل برابر جل رہا ہے

☆☆☆

O

روشنی، روشنی، کون تھا، کون تھا!
وہ مری زندگی، کون تھا، کون تھا!

پھر نہ آیا کبھی زندگی بانٹنے
خوبرو اجنبی، کون تھا، کون تھا!

عمر بھر کے لئے دے گیا ہاتھ میں
ساغرِ بے خودی کون تھا، کون تھا!

کیا کہوں لے اڑا تھا وہ مجھ کو کہاں
پوچھتے ہیں سبھی کون تھا، کون تھا!

میں اسے دیکھتا سوچتا رہ گیا
اک عجب آدمی کون تھا، کون تھا!

اب کہیں اس کا نام و نشاں تک نہیں
ساتھ تھا ہر گھڑی کون تھا، کون تھا!

چاند تارے گل و نسترن بجھ گئے
لے اڑا دلکشی کون تھا، کون تھا!

☆☆☆

آگہی ہو بُرا ترا کمبخت
میرے سارے کھلونے توڑ دیئے

o

فکرِ معاش ذوقِ نظر لوٹ لے گیا
حسن و جمال، شام و سحر لوٹ لے گیا

کچھ یوں ہوا غریب کو روٹی کی پڑ گئی
ظالم سماج دستِ ہنر لوٹ لے گیا

قندیل دے کے آس کی اک حسنِ بے نیاز
میری نظر کے شمس و قمر لوٹ لے گیا

آیا تھا بانٹنے مری تنہائیاں مگر
دو چار دن رہا مرا گھر لوٹ لے گیا

آباد کتنی کر گیا یادوں کی بستیاں
لیکن مرا وجود مگر لوٹ لے گیا

دو چار گام ساتھ چلا میرے اور پھر
میرا تمام زحتِ سفر لوٹ لے گیا

لٹنے کو زندگی میں مرے پاس کیا رہا
دل کوئی اور کوئی جگر لوٹ لے گیا

☆☆☆

هم نے تھامی تھیں انگلیاں ان کی
علم و دانش تو بے بصر نکلے

O

اک ساغرِ جمال سے سرشار کیا ہوا
بازی ہر ایک جیت گیا پیار کیا ہوا

اک عمر حرف و صوت سجانے میں کٹ گئی
میرے خیال و خواب کا شہکار کیا ہوا

بے تابیاں جہان کی چاہت کی جان ہیں
جس پیار میں قرار ہوا پیار کیا ہوا

میں ایک ہی مقام پہ کیوں رک کے رہ گیا
میرے دل و دماغ کا رہوار کیا ہوا

کم بخت نیند ہی کہیں کافور ہو گئی
دو ایک پل کے واسطے بیدار کیا ہوا

جاں سے گزر چلا تھا مگر جان بچ گئی
کس کو بتاؤں دوستو! اک بار کیا ہوا

☆☆☆

o

اب تو بچے کمال کرتے ہیں
جانے کیا کیا سوال کرتے ہیں

خود غرض ہم بھی بن گئے آخر
کب کسی کا خیال کرتے ہیں

ارتقاء کے جنوں میں شہر کے شہر
زندگی پائمال کرتے ہیں

ہم سے کچھ حسب حال بھی نہ ہوا
لوگ کیا کیا کمال کرتے ہیں

خود ہی بوتے ہیں فصل نفرت کی
اور خود ہی ملال کرتے ہیں

میرے دشمن ہیں میرے سارے خواب
سانس لینا محال کرتے ہیں

☆☆☆

o

عجب مذہب کی حالت ہو گئی ہے
تجارت، ہر عبادت ہو گئی ہے

جہالت کو دیئے دانش کے تمغے
بڑی فیاض قدرت ہو گئی ہے

مرے باہر کی یارو خیر مانگو
مرے اندر بغاوت ہو گئی ہے

پلٹ آیا ہے پتھر کا زمانہ
درندوں کی حکومت ہو گئی ہے

عذاب زندگی معلوم لیکن
ہمیں جینے کی عادت ہو گئی ہے

انہیں آتا ہے جینے کا سلیقہ
جنہیں مرنے کی ہمت ہو گئی ہے

ہمیشہ بے بسی سے کھیلتے ہیں
میسّر جن کو قوت ہو گئی ہے

زمانے بھر کے غم ہیں میرے اپنے
مری خلوت میں جلوت ہو گئی ہے

☆☆☆

چڑھتا جاتا ہے مکینوں پہ مکاں کا رنگ و روپ
پتھروں کے مسکنوں میں دل بھی پتھر ہو گئے

O

مجھے لگا کہ مری زندگی تماشا ہے
صدا یہ آئی کہ ہر آدمی تماشا ہے

تمام شہر نظر کے بغیر چلتا ہے
ہے آنکھ میں جو مری روشنی تماشا ہے

نظر لگی ہے مرے ذوق کو زمانے کی
کہ اب نظر میں ہر اک دلکشی تماشا ہے

تمام عمر گنوا دی تو انکشاف ہوا
یہ دل لگی ہو کہ دل کی لگی تماشا ہے

تماش گر بھی بنے ہیں تماش بیں بھی بنے
مگر یہ کہ تماشا وہی تماشا ہے

ہزار شکر کہ یہ راز آشکار ہوا
تمہارا جبر، مری بے بسی تماشا ہے

میں ایک ایسے جہاں میں پہنچ گیا ہوں جہاں
اندھیرا کھیل ہے اور روشنی تماشا ہے

یہ روشنی مرے آنگن میں کیوں اترتی نہیں
یہ چاند کھیل ہے کیا! چاندنی تماشا ہے

یہ ٹھیک ہے کہ بہت کچھ بدل گیا لیکن
تماشا کل جو بنا، آج بھی تماشا ہے

☆☆☆

وہ گیت پیار کا جو تیرے ساتھ چھیڑا تھا
وہ سازِ دل پہ مرے صبح و شام بجتا ہے

o

مجھے نقطہ بنا کر رکھ دیا ہے
لکیروں میں پھنسا کر رکھ دیا ہے

قیامت ہے شعورِ زندگانی
مجھے پاگل بنا کر رکھ دیا ہے

سمجھ کر بوجھ میری حاجتوں نے
مجھے کل پر اُٹھا کر رکھ دیا ہے

میں اپنے آپ کو ڈھونڈوں کہاں سے
کہیں تم نے چھپا کر رکھ دیا ہے

دنوں کے بھولے بسرے طاقچوں میں
کہیں مجھ کو اُٹھا کر رکھ دیا ہے

ہو جیسے جنسِ نسل آدمی بھی
دکانوں پر سجا کر رکھ دیا ہے

یہ کیسی آگ بھڑکی، اک نظر میں
ہر اِک منظر جلا کر رکھ دیا ہے

عجب دریا چڑھا ہے خواہشوں کا
مرا سب کچھ بہا کر رکھ دیا ہے

عجب تھی خواہشِ پرواز دل میں
مجھے بے پَر اُڑا کر رکھ دیا ہے

☆☆☆

کچھ تو دل والوں کی سائنس نے سنی
عشق موبائل نے آساں کر دیا

دنوں کے مہینوں کے ناموں کو کیا یاد رکھنا!

دنوں کے مہینوں کے ناموں کو کیا یاد رکھنا!
مہینے کی تاریخ کیا ہے! برس کون سا ہے!
یہ کیا یاد رکھنا
یہ کیا یاد رکھنا کہ کیا کب ہوا تھا
شہنشاہ کوئی تھا، ملک اور تہذیب
زندہ تھی پھر مٹ گئی تھی
کوئی جنگ برپا ہوئی تھی
بچا تھا کوئی یا سبھی مر گئے تھے
یہ کیا یاد رکھنا!
یہ تاریخ کے سب جھمیلے ہیں یارو
کتابوں کے بھوکے شکم کی ضرورت
وہی پل تھا اپنا بِم زندگی میں
کہ جب وصل کے گل نظر میں کھلے تھے

کہ جب قرب کی تتلیاں خیمہ زن تھیں
مرے دل کے آنگن کا منظر جدا تھا
حسیں چاہتوں کے پرندوں کے نغمے
ہواؤں، فضاؤں کے کانوں میں رس گھولتے تھے
کہ جب حسن کا چاند روشن تھا دل کی زمیں پر
سبھی بام و در چاندنی میں ڈھلے تھے
کہ جب عشق کی جلوتوں خلوتوں میں
بقاء ہی بقاء تھی
بدن جھومتا تھا
وفا کی رگوں میں لہو دوڑتا تھا
وہی پل ہے زندہ، وہی پل سلامت
وہی پل برس ہے، وہی پل صدی ہے
وہی پل ہے ماضی، وہی حال اپنا
وہی جنگ اپنی، وہی آشتی ہے
وہی اپنا سب کچھ
دنوں کے مہینوں کے ناموں کو کیا یاد رکھنا!

☆☆☆

o

اک حقیقت تھا یکسر تماشا بنا
سوچتا ہوں میں کیونکر تماشا بنا

میں نے جو کچھ بھی سیکھا اکارت گیا
میری باتوں کا اکثر تماشا بنا

اک تماشا تھی کل، میری تنہائیاں
آج محفل میں آ کر تماشا بنا

کوئی سپنوں کی شہزاد کب سر ہوئی
میرے سپنوں کا لشکر تماشا بنا

عمر بھر ساتھ چلنے کو تیار تھا
دو قدم ساتھ چل کر تماشا بنا

علم و دانش دھرے کے دھرے رہ گئے
ایک سے ایک بڑھ کر تماشا بنا

منزلوں کی کسی کو ضرورت نہ تھی
سب کی آنکھوں میں رہبر تماشا بنا

دیدنی تھی زمینوں کی تشنہ لبی
ابر برسا برس کر تماشا بنا

جتنا پانی تھا اک گھونٹ میں پی گیا
دشتِ دل میں سمندر تماشا بنا

☆☆☆

کتنے خطرے تھے عشق ناموں میں
کتنی نعمت ہیں "SMS" مت پوچھ

o

ہم اہلِ وفا کچھ بھی تقاضا نہیں کرتے
معصوم سے جذبات کو رسوا نہیں کرتے

ہم دیکھتے رہتے ہیں جہاں دل کی نظر سے
آنکھوں کی گواہی پہ بھروسہ نہیں کرتے

اے ابرِ کرم تشنہ دہن کتنے ہیں دریا
یوں ٹوٹ کے صحراؤں پہ برسا نہیں کرتے

چل پڑتے ہیں ہاتھوں میں لئے شوق کی قندیل
فطرت کی عنایات پہ تکیہ نہیں کرتے

پھرتے ہو مہ و مہر کو پہلو میں چھپائے
کس بات کا ڈر ہے کہ اُجالا نہیں کرتے

دامانِ نظر کھینچے ہوں لاکھ مناظر
جانا ہو جنہیں دُور وہ ٹھہرا نہیں کرتے

کچھ اچھا بُرا جیسا بھی ہو کرنا ہے لازم
جو کچھ نہیں کرتے ہیں وہ اچھا نہیں کرتے

پھولوں پہ مرے دوستو! گلشن کا بھی حق ہے
گلشن سے ہر اک پھول کو نوچا نہیں کرتے

کیوں شاد ہیں کلیان یہ کیوں کھیتیاں خوش ہیں
بادل جو گرجتے ہیں وہ برسا نہیں کرتے

☆☆☆

آج پھر اس شوخ نے "مس کال" دی
آج پھر پَل کو زمانے مل گئے

O

کیا عجب شخص تھا، کیا ہوا! کیا ہوا!
چاند سا پھول سا، کیا ہوا! کیا ہوا!

شور ہر سو بپا روشنی روشنی
اک جہاں بجھ گیا، کیا ہوا! کیا ہوا!

کوئی منزل نہیں کوئی رہبر نہیں
کھو گیا راستہ، کیا ہوا! کیا ہوا!

تیری مخلوق پہ جھوٹ کا راج ہے
میرے سچے خدا، کیا ہوا! کیا ہوا!

ہر گھڑی دل نشیں خواب آنے لگے
سو گیا جاگتا، کیا ہوا! کیا ہوا!

کس طرح دل لگی دردِ دل بن گئی
سوچتا ہوں سدا، کیا ہوا! کیا ہوا!

دیپ جلتے بھی ہیں دیپ بجھتے بھی ہیں
آسماں بجھ گیا، کیا ہوا! کیا ہوا!

کیا زمیں پھٹ گئی وحشتِ وقت سے
آسماں شق ہوا کیا ہوا! کیا ہوا!

پیار کے کھیل میں مَیں اکیلا نہیں
اپنا سب کچھ لٹا، کیا ہوا! کیا ہوا!

☆☆☆

میں ڈوب رہا ہوں وہ کھڑا دیکھ رہا ہے
اس کی بھی رضا اس میں ہے، میری بھی رضا ہے

o

میری دنیا میں کون آ نکلا
میں کہاں تھا کہاں پہ جا نکلا

ہو بُرا اپنے علم و دانش کا
کیا سمجھتے تھے اور کیا نکلا

کیا عجب درد ہے محبت کا
دل کے ہر درد کی دوا نکلا

بزم میں کچھ تو روشنی ہو گی
کوئی چہرہ تو چاند سا نکلا

بیچ ڈالی ہر ایک خواہشِ دل
چند سکوں میں کام کیا نکلا

جس کسی کو پکارنا چاہا
نام نکلا تو آپ کا نکلا

میں نے جس سے بھی مانگنا چاہا
وہ بھی میری طرح گدا نکلا

میری کشتی نہ ڈوبنے پائی
حوصلہ تھا کہ ناخدا نکلا

میں نے ہر ایک در پہ دستک دی
شہر کا شہر بے وفا نکلا

☆☆☆

پا لینا تجھے مانا، بڑی بات ہے لیکن
چھپ چھپ کے ملاقات کا، اپنا ہی مزا ہے

O

تیرگی میں فقط اک دیا چاہیے
آپ ہوں ہم سفر اور کیا چاہیے

دیدنی کوئی منظر نہیں دوستو!
مجھ کو آنکھوں سے کچھ ماورا چاہیے

حادثے سانحے کچھ ضروری نہیں
ہر گھڑی ہر زماں سوچنا چاہیے

زندگی نعمتِ بے بہا ہے مگر
زندگی کے لئے دل بڑا چاہیے

نت نئی منزلیں نت نئے راستے
میرے راہی تجھے اور کیا چاہیے

زندگی کی نئی زندگی کے لئے
کچھ جدا کچھ نیا سوچنا چاہیے

آنکھ کی روشنی کی بقا کے لئے
کوئی خورشید سا، چاند سا چاہیے

☆☆☆

o

زمیں پہ خونِ ناحق بہہ رہا ہے
فلک چپ چاپ ہے، کیا سوچتا ہے

میں خوش ہوں بانٹ کر اوروں کو خوشیاں
مرا کیا ہے، مرے سر پہ خدا ہے

خودی پہ تیر و نشتر چل رہے ہیں
سخاوت کا بھی اک مشغلہ ہے

قلم نے اپنی نور افشانیوں سے
اندھیرے پہ اجالا لکھ دیا ہے

چلو آؤ کسی کا درد بانٹیں
یہی تسکینِ دل کا راستہ ہے

بڑی دھج سے چلے ہیں اس کے در پہ
وہ جانے کس نظر سے دیکھتا ہے

کہانی اتنی لمبی ہو گئی ہے
زمانہ جانے کب سے سن رہا ہے

اندھیری رات تو کاٹی ہے ہم نے
اجالا اس کے آنگن میں ہوا ہے

کسی کو آنکھ سے مطلب نہیں ہے
مہ و خورشید کا کیا فائدہ ہے

وہ طوفاں جس سے ہم غافل ہیں کب سے
وہ طوفاں جانے کیا کیا لے اُڑا ہے

غلط بینی ہے شیخ و برہمن کی
خدا تو سارے عالم کا خدا ہے

☆☆☆

پھول ہر سو گواہی دیتے ہیں
زندگی مسکرا رہی ہے ابھی

O

ابھی ہے بے کلی باقی، ذرا ٹھہرو، ذرا ٹھہرو!
ابھی ہے تشنگی باقی، ذرا ٹھہرو، ذرا ٹھہرو!

رگوں میں خون کی گردش فقط کہنے کی باتیں ہیں
تمہیں سے زندگی باقی، ذرا ٹھہرو، ذرا ٹھہرو!

ابھی تو میں نے تم کو آنکھ کی البم میں رکھا ہے
ابھی ہے شاعری باقی، ذرا ٹھہرو، ذرا ٹھہرو!

وہ دل جس کو دھڑکنے کا سلیقہ تم نے بخشا تھا
وہ دھڑکن ہے ابھی باقی ذرا ٹھہرو ، ذرا ٹھہرو!

ابھی تو باغِ ہستی میں گل و سوسن مہکتے ہیں
ابھی ہے دل کشی باقی ذرا ٹھہرو، ذرا ٹھہرو!

ابھی تو ہم نے دریائے وفا کا سحر توڑا ہے
سمندر ہے ابھی باقی ذرا ٹھہرو، ذرا ٹھہرو!

مجھے اپنے جہانِ بے اماں میں لوٹ آنے دو
ابھی ہے بے خودی باقی ذرا ٹھہرو، ذرا ٹھہرو!

ابھی تو میں نے اپنے دل کے زخموں کو کریدا ہے
بہت کچھ ہے ابھی باقی ذرا ٹھہرو، ذرا ٹھہرو!

☆☆☆

کب اکیلا مجھے وہ چھوڑ گیا
ایک عالم بسا گیا دل میں

O

یہ دنیا حادثہ ہے اور کیا ہے
غموں کا سلسلہ ہے اور کیا ہے

ہجومِ بے اماں میں جی رہے ہیں
کسی کی بددُعا ہے اور کیا ہے

یہ جو کچھ مشغلہ ہے روز و شب کا
خیال و خواب سا ہے اور کیا ہے

فقط حدِ نظر تک دیکھتی ہے
نظر بے دست و پا ہے اور کیا ہے

یہ شب بھر نیند جو آتی نہیں ہے
جنوں کی ابتدا ہے اور کیا ہے

عجب طوفاں بپا ہے زندگی میں
یہ جاں بجھتا دیا ہے اور کیا ہے

یہ مرگ و زیست کا ہر پل ڈراما
کسی کا مشغلہ ہے اور کیا ہے

ضرورت میں کسی کے کام آنا
یہی ذکرِ خدا ہے اور کیا ہے

بہت چرچا ہے چاہت کا جہاں میں
حدیثِ دلربا ہے اور کیا ہے

کوئی رستہ نہیں منزل کی جانب
جنوں ضد پہ اڑا ہے اور کیا ہے

☆☆☆

جب بھی یادوں کے پھول کھلتے ہیں
شاخِ جاں جھوم جھوم جاتی ہے

○

دل کے صحرا میں ترا نام لیا
کہیں گلشن، کہیں گلزار کھلا

خواہشِ خام مجھے جینے دے
پھر کوئی بزمِ تمنا نہ سجا

میں نے رو رو کے منانا چاہا
پر کوئی آنکھ سے آنسو نہ بہا

اب نہیں لوٹ کے آنے والا
وقت جو بیت گیا، بیت گیا

بن گیا شعر وہی جانِ غزل
میں نے جس شعر میں تجھ کو لکھا

تھا مرے ساتھ جو گلشن گلشن
ڈھونڈتا ہوں اسے صحرا صحرا

اس کے ہونے کا گماں ہوتا ہے
مجھ کو اے بادِ صبا یوں نہ ستا

اس کے "ہیلو" میں عجب لذت ہے
میں نے جو فون کیا اس کو کیا

☆☆☆

میری بلا سے کوئی آرزو نہ ہو پوری
یہی بہت ہے کہ دل میں چراغ جلتا ہے

O

تو اگر میرا ہم سفر ہوتا
یہ سفر چاہے عمر بھر ہوتا

ہر کوئی اپنے گھر میں رہتا ہے
کاش میرا بھی کوئی گھر ہوتا

میں اسے گلستاں سمجھ لیتا
چاہے اک پھول شاخ پر ہوتا

ہر طرف خوفناک منظر ہیں
کتنا اچھا تھا بے بصر ہوتا

تم نے قصہ دراز کر ڈالا
کوئی پڑھتا جو مختصر ہوتا

نت نئی زیست منتظر تھی مری
ہاتھ میں کوئی تو ہنر ہوتا

مشکلوں میں عجیب لذت ہے
کاش کوئی نہ چارہ گر ہوتا

کاوشوں کا کوئی جواز بھی تھا
گر کوئی چاند چاند پر ہوتا

مل گیا ایک در غنیمت ہے
یہ نہ ہوتا تو در بدر ہوتا

☆☆☆

اپنی دھرتی نہ آسماں اپنا
عالمی گاؤں کے مدار میں ہوں

o

کہکشاں، تارے، قمر، وہم و گماں، خواب و خیال
تیرگی میں ہم سفر، وہم و گماں، خواب و خیال

خالی ساری جھولیاں، خالی ہے کشکولِ حیات
نعرۂ علم و ہنر، وہم و گماں، خواب و خیال

حرکتِ پیہم پہ جانِ ناتواں مجبور ہے
کوششیں سب بے ثمر وہم و گماں، خواب و خیال

آگ کے دریا میں تیرا کی نصیبِ زندگی
اور ساحل کے اُدھر، وہم و گماں، خواب و خیال

کیا ہوئیں ذوقِ یقیں کی شوخیاں، رعنائیاں
آج تاحدِ نظر وہم و گماں خواب و خیال

زندگانی دھوپ کا لمبا سفر، دشتِ نظر
سایۂ دیوار و در وہم و گماں خواب و خیال

بس وہی صدیوں سے افواہیں شکست و فتح کی
کوئی بھی تازہ خبر وہم و گماں خواب و خیال

☆☆☆

میں جس کو غیر سمجھتا تھا اپنی بستی میں
دیارِ غیر میں اپنا مجھے دکھائی دیا

O

جان بے چین ہے دل حزیں شہر میں
کوئی جائے اماں اب نہیں شہر میں

کچھ بھروسہ نظر کا نہ دل پہ یقیں
بے یقیں ہو گئے بے یقیں شہر میں

گاؤں کی گوریاں روز راہیں تکیں
ہر جواں شہر میں ہر حسیں شہر میں

مہر و الفت کو کس کی نظر لگ گئی
اجنبی شہر میں ہم نشیں شہر میں

گاؤں کی دوستی داستاں بن گئی
تم کہیں شہر میں، ہم کہیں شہر میں

دیدنی پنگھٹوں کی ہیں ویرانیاں
مہ لقا شہر میں، مہ جبیں شہر میں

اک عجب خوف طاری ہے اعصاب پر
کوئی آسیب ہے کیا کہیں شہر میں

☆☆☆

کبھی جو آپ نے ٹانکا تھا پھول کالر میں
بس اس کی باس بسی ہے مشامِ جاں میں ابھی

o

کیا ہوا خوفِ خدا شہروں میں
خون ہی خون بہا شہروں میں

ریزہ ریزہ کوئی پارہ پارہ
کچھ بھی ثابت نہ بچا شہروں میں

ہر نفس قہرِ شکم کی زد میں
بے ثمر شکوہ گلہ شہروں میں

ہر کوئی خوف زدہ سہما ہوا
کوئی آسیب ہے کیا شہروں میں!

جو کہا کہہ کے گنوایا ہم نے
جو سنا بے سروپا شہروں میں

دوڑتے، بھاگتے، چہرے، شکلیں
آدمی ختم ہوا شہروں میں

چین آیا مجھے پیپل کے تلے
چار دن میں بھی رہا شہروں میں

کس سے دو بول محبت کے کہیں
اُٹھ گئی رسم وفا شہروں میں

ہر گلی کوچہ ہے جگمگ جگمگ
بجھ گیا دل کا دیا شہروں میں

☆☆☆

اپنی ہستی سے کٹ گیا لیکن
ساری دنیا سے میرا رشتہ ہے

O

تیری تالیف دلِ زار، ضروری تو نہیں
غم کدے میں کوئی غمخوار، ضروری تو نہیں

آزمائش کے لئے اور بھی دُکھ ہیں مولا!
اک فقط پیار کا آزار، ضروری تو نہیں

ان کے دیکھے سے دلِ زار بہل جاتا ہے
وہ کریں پیار کا اظہار، ضروری تو نہیں

نیند آتی ہے تو فٹ پاتھ پہ آ جاتی ہے
نرم بستر در و دیوار ضروری تو نہیں

دل جو بجھ جائے تو مہتاب بھی بجھ جاتا ہے
میرے آنگن میں شبِ تار ضروری تو نہیں

پھول کھل اٹھتے ہیں جب شوقِ سفر جاگتا ہے
رہروِ شوق کو گلزار ضروری تو نہیں

☆☆☆

o

بیٹھ رہنے کی ہم کو خو بھی نہیں
اور کسی شے کی جستجو بھی نہیں

آرزو کا طلسم ٹوٹ گیا
اب ہمیں تیری آرزو بھی نہیں

شور کچھ زیست کا ثبوت تو تھا
اب وہ گلیوں میں ہاؤ ہُو بھی نہیں

تم محبت کی بات کرتے ہو
اب محبت کی گفتگو بھی نہیں

جب سے میخانے اُٹھ گئے جب سے
کوئی ساغر، کوئی سبو بھی نہیں

انصاف

کسی کے ہاتھ میں قوموں کے رزق کی تقسیم
کسی کو فکر کہ کس طور گھر کا چولہا جلے
کسی کو وقت کی رفتار کی خبر ہی نہیں
کوئی اسیر ہے لمحوں کے قید خانے میں
کسی پہ لذتِ قرب و وصال بھی قرباں
کسی کی زیست میں دو بول پیار کے بھی نہیں
کسی کو سارے زمانے کی فرصتیں حاصل
کسی کے پاس فراغت کا ایک پل بھی نہیں
کہیں پہ جہل کے آگے ہے سرنگوں دانش
کہیں نجابتیں بکتی ہیں بر سرِ بازار
کسی کی آئین و قانون پر حکومت ہے
کوئی تڑپتا ہے ہر لحظہ منصفی کے لئے
کوئی بتائے مجھے اس میں مصلحت کیا ہے!
کوئی بتائے مجھے اس میں مصلحت کیا ہے!

☆☆☆

o

دلِ فگار کی حسرت کو بھوک چاٹ گئی
نگاہِ شوق کی فرحت کو بھوک چاٹ گئی

کمند ڈالنا چاہی تھی چاند تاروں پر
خیال و خواب کی ہمت کو بھوک چاٹ گئی

ہوائے رزق کی چکی میں پس رہی ہے حیات
نصیبِ دہر کی فرصت کو بھوک چاٹ گئی

میں فاقوں میں گھرا تھا کوئی غزل نہ ہوئی
ترے خیال کی نکہت کو بھوک چاٹ گئی

ہر ایک کام میں جلدی کا بھوت سر پہ سوار
سکون و صبر کی دولت کو بھوک چاٹ گئی

نہ پھوٹ پھوٹ کے روئے نہ کھل کے ہنس پائے
فراق و وصل کی لذت کو بھوک چاٹ گئی

خنک ہواؤں میں راتوں کو گشت کرنا پڑا
گدازِ شب کی حلاوت کو بھوک چاٹ گئی

ہمیں تو یہ بھی خبر ہے یہ حادثہ بھی ہوا
دلوں سے خوفِ قیامت کو بھوک چاٹ گئی

☆☆☆

"کرایہ" اک نگاہِ دلبرانہ
مکانِ قلب و جاں خالی پڑا ہے

O

یورشِ غم کی تَیلی نظر رائگاں
دشمنِ شوق کا ہر ہنر رائگاں

تو نے اُڑ کر فقط دانہ دُنکا چگا
اے پرندے! ترے بال و پر رائگاں

دیکھ لو منزلِ شوق مل ہی گئی
کب گیا ہے سفر، ہمسفر رائگاں

چار دن تو کٹے سحر اُمید میں
تیری کوشش کہاں! چارہ گر رائگاں

میرے گھر کو یہ کس کی نظر لگ گئی
ساز و ساماں عیش، بام و در رائگاں

مجھ کو چلنے کی عادت نے دی زندگی
کیسے کہہ دوں رہا یہ سفر رائگاں

میرے بچوں سے تھیں رونقیں، کیا ہوئیں؟
میرے آنگن میں شام و سحر رائگاں

دل کی دولت میں ہے جسم و جاں کا بھلا
کر و فر رائگاں، مال و زر رائگاں

شہر کا شہر ہے نیند کے دام میں
صبح کی شوخیاں، بے ثمر رائگاں

☆☆☆

کبھی کلی کی زباں پر کبھی لب گل پر
تمہارے حسن سے چھوٹے ہیں کتنے افسانے

O

ترے ذکر کی لطافت مرا اوڑھنا بچھونا
تری یاد کی صباحت مرا اوڑھنا بچھونا

کہیں پھول ہوں کہ کانٹے مجھے کیا، مری بلا سے
گئے موسموں کی نکہت مرا اوڑھنا بچھونا

کبھی کوئی اشک پونچھا، کبھی کوئی درد بانٹا
ہے یہی مری عبادت مرا اوڑھنا بچھونا

مرے فن پہ قہر ٹوٹے جو کبھی بُرا کہا ہو
تری موہنی سی صورت مرا اوڑھنا بچھونا

کسی منظرِ حسیں پر، مری آنکھ پھر نہ ٹھہری
مری پہلی پہلی چاہت، مرا اوڑھنا بچھونا

نہ چلا کبھی اکیلا، ترا دھیان ہمسفر تھا
تری چاہ کی رفاقت، مرا اوڑھنا بچھونا

نہ کسی نے ہاتھ تھاما، نہ کسی نے اشک پونچھے
غمِ زندگی سلامت، مرا اوڑھنا بچھونا

☆☆☆

گاڑیاں روز آتی جاتی ہیں
پر مقفل ہیں، سارے ویٹنگ روم

o

مرے ساتھ ہے کوئی چاند سا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے
یہی منزلیں، یہی راستے، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

مجھے دشت و بحر کا ڈر نہیں، مری خار و خس پہ نظر نہیں
میرے چارہ ساز ہیں دست و پا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

مجھے اپنے کام سے کام ہے، میرے کام سے مرا نام ہے
یہی فرض ہوتا رہے ادا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

میں چلوں گا وقت کے پار تک، شبِ غم کی آخری ہار تک
مجھے مل گیا ہے ترا پتہ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

مری زندگانی ہے جستجو، مجھے حسن و خیر کی آرزو
مرے واسطے ہے یہی بھلا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

مجھے موجِ فصلِ بہار کر، مجھے رنگ و بو کا دیار کر
مری شاخِ چشم پہ گُل کھلا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

ترا ذکر ہے مری زندگی، تری یاد ہے مری روشنی
یونہی ٹمٹماتا رہے دیا، مجھے اور کچھ نہیں چاہیے

☆☆☆

ہم کو قفسِ جاں کے لئے سنگ ہے منظور
دیکھوں تو پلٹ کے بڑی مانوس صدا ہے

o

وہی دُور ہے جو قریب ہے
یہ مذاق ہے کہ نصیب ہے

کئی دَور آئے گزر گئے
وہی نانِ جَو ہے، غریب ہے

وہی جس کے پاس شفا نہیں
وہی دستیاب طبیب ہے

مری بات سن، کوئی بات کر
شبِ تار کتنی مہیب ہے

مرے ہمرکاب، مری سحر
مری شام کتنی عجیب ہے

مری جاں ہے دوہرے عذاب میں
نہ وہ دُور ہے نہ قریب ہے

مجھے زندگی نے بھلا دیا
نہ عدو کوئی، نہ حبیب ہے

مری ہر خوشی کو نگل گئی
مری سوچ میری رقیب ہے

جو کہی گئی نہ کہی گئی
وہی داستانِ صلیب ہے

☆☆☆

o

آج ہیں کتنے خداوند، خدا سے پہلے
روزِ محشر ہے بپا، روزِ جزا سے پہلے

جب ہمیں اذنِ وفا ذوقِ نظر نے بخشا
ہم مہکنے لگے گلشن میں فضا سے پہلے

دشتِ احساس میں کچھ ایسے بھی موسم آئے
کھل کے بارش ہوئی ہر سمت گھٹا سے پہلے

ہاں مجھے یاد ہیں کچھ ایسے بھی لمحے یارو!
اس نے لبیک کہا میری صدا سے پہلے

خون نے دوڑنا اور دل نے دھڑکنا سیکھا
خاک کا ڈھیر تھی جاں رنگِ وفا سے پہلے

جس جگہ چاہے برس ابرِ کرم! ابرِ بہار!
کوئی چھینٹا تو ادھر، جود و سخا سے پہلے

حُسن ہر حال میں افسوں ہے، سراپا افسوں
جان و دل اس پہ فدا ناز و ادا سے پہلے

☆☆☆

ہم سفر اک حسین خواب رہا
عمر بھر عالمِ شباب رہا

O

کیا قہر ہے، عذاب ہے، آشوبِ آگہی
قلب و دل و نظر میں سلگتی ہے آگ سی

شاید ہمارے شوق کی نیت خراب ہے
اک عمر ہم چلے کوئی منزل نہیں ملی

فطرت کو ہم نے دیکھ لو ناراض کر دیا
صبحیں ہیں کچھ ملول سی، شامیں اُداس سی

کچھ ایسے دل خراش مناظر ہیں چار سو
پروردگار چھین لے آنکھوں کی روشنی

قتلِ حسینؑ روز کا معمول بن گیا
دنیا پہ آج بھی ہے حکومت یزید کی

دانش کدوں کے اب بھی ستارے نصاب میں
تحقیق گھر ہمارے لکیریں ہیں ہاتھ کی

اربابِ اقتدار نے بھر لیں تجوریاں
خلقِ خدا کے ہاتھ میں کشکول آج بھی

اہلِ وطن سے کوئی گھناؤنا ہوا ہے جرم
ہر سمت قتلِ عمد ہے، ہر گام خود کشی

سچائیوں سے ہم نہ نظر چار کر سکے
خوش فہمیوں کے ہاتھ قیامت خرید لی

خوابیدہ قوم خوابِ حسیں دیکھ دیکھ خوش
جو جاگتی تھی خواب کی تعبیر لے اُڑی

ہاں سوچ لیں ذرا سا گریباں میں جھانک لیں
مجرم ہیں ملک و قوم کے ہم مرد و زن سبھی

آپ اپنے قول و فعل کے خود سر تضاد سے
ہم نے تمام دہر کی خفت سمیٹ لی

ہم اپنی اپنی مملکتِ اختیار میں
گہنا رہے ہیں سارے اصولوں کی روشنی

دھرتی نے، آسماں نے، سو سو کئے جتن
تصویرِ آدمی مگر بے رنگ ہی رہی

☆☆☆

O

گلوں کو گدگدانا چاہیے تھا
مقدر آزمانا چاہیے تھا

نکل آیا ہے دل کن وادیوں میں
بس اک لمحہ سہانا چاہیے تھا

کوئی سنتا ہے! چپ کی داستانیں
کوئی محشر اٹھانا چاہیے تھا

یہ عمرِ مختصر، چاہت کسی کی
محبت کو زمانہ چاہیے تھا

ہمی خود قتل ہو آئے ہیں لوگو!
تمھیں کوئی فسانہ چاہیے تھا

ہر اک دن زندگی کا منفرد تھا
ہر اک دن کو منانا چاہیے تھا

وفا کے بول، مجھ کو سیم و زر تھے
مجھے کوئی خزانہ چاہیے تھا

حسیں یادوں کے در پہ آن بیٹھے
کہیں کوئی ٹھکانا چاہیے تھا

ہوئے بدنام دل کا حال کہہ کر
فقط ہنسنا ہنسانا چاہیے تھا

☆☆☆

میں اور پیش کروں کیا؟ کہ پاس کچھ بھی نہیں
میرے وجود کا خالی مکان تیرے نام

جو کھو گیا ہے وہ تیری تلاش میں کھویا
جو بچ رہا ہے وہ نام و نشان تیرے نام

o

گردش میں زندگی کا ستارا ہے ان دنوں
ہر قہر، ہر عذاب گوارا ہے ان دنوں

ہندوستاں کے آخری ہم بھی ہیں تاجور
مشقِ سخن پہ اپنا گزارہ ہے ان دنوں

ہم کو خبر ہے، دورِ جوانی گزر گیا
ہر تیر خستگی کا گوارا ہے ان دنوں

جو کل تلک سفیر تھے شب ہائے تار کے
کوئی ہے چاند، کوئی ستارا ہے ان دنوں

وہ دن گئے ہی تھے زمانے میں معتبر
اب تم حسیں ہو، دَور تمہارا ہے ان دنوں

ماضی رگوں میں صورتِ خوں دوڑنے لگا
تم جاں ہو، اور جسم ہمارا ہے ان دنوں

دلی لٹی ہوئی ہے ہماری بھی آج کل
غالبؔ کا حال تھا جو ہمارا ہے ان دنوں

سحرؔ وفا سے سوچ کے دھارے بدل گئے
دشمن بھی ہم کو جان سے پیارا ہے ان دنوں

☆☆☆

O

جب کوئی پھول مسکراتا ہے
مجھ کو تیرا خیال آتا ہے

خوں پسینے سے میں کماتا ہوں
دل کھلونے خرید لاتا ہے

لوگ جب تجھ کو چاند کہتے ہیں
چاند سنتا ہے، جھینپ جاتا ہے

تو نہیں ہے ترا خیال تو ہے
بس یہی زندگی سے ناتا ہے

بات ذوقِ نظر کی ہے یارو!
خار میں پھول مسکراتا ہے

ہم فقط خواب بنتے رہتے ہیں
روز، ہر روز بیت جاتا ہے

شب کے پہلو میں بھول جاتا ہوں
جو حکایات دن سناتا ہے

ایسا لگتا ہے آس پاس کہیں
کوئی ہے، مجھ کو گنگناتا ہے

☆☆☆

o

کیوں بجھ گئی ہے مشعلِ رفتار سوچنا
اے کاروان! کارواں سالار سوچنا

یوسف کی پھر ہے ہر کہیں بولی لگی ہوئی
ہے شہر شہر مصر کا بازار سوچنا

اک سیلِ تندوتیز ہے چاروں طرف مگر
تم چن رہے ہو ریت کی دیوار سوچنا

کیوں زندگی ہے موت کے خیموں میں خونچکاں
اپنے سے آپ برسرِ پیکار سوچنا

کر لینا احتساب کبھی اپنے آپ کا
کیوں زندگی ہے درپئے آزار سوچنا

جو بیچتا ہے کو بہ کو ہر درد کی دوا
وہ خود رہا ہے عمر بھر بیمار سوچنا

کرتے ہو یارو! کس طرح دن کو سپردِ شام
سونے سے پہلے رات کو اک بار سوچنا

☆☆☆

○

لذتِ انتظار برسوں سے
موسمِ برگ و بار برسوں سے

ہر خوشی دل کے اختیار میں ہے
دل ہے بے اختیار برسوں سے

دل کشا اشک، آہ جاں افروز
درد ہے خوشگوار برسوں سے

چاند کی بے سکون کتنی ہے
چاندنی بے قرار برسوں سے

فن غموں سے کشید کرتے ہیں
ہے یہی کاروبار برسوں سے

میری نس نس میں شوق و ذوقِ جمال
برسرِ اقتدار برسوں سے

جانے کیا روگ لگ گیا ہے اسے
ہے جہاں سوگوار برسوں سے

کون تھا! کیا کہوں جو چھیڑ گیا
نغمہ زن دل کے تار برسوں سے

☆☆☆

O

لے اڑا موسمِ بہار کہاں
جاں کو آئے تو اب قرار کہاں

تھاپ پہ دل کی رقص کرتی ہیں
ہم کو آنکھوں پہ اعتبار کہاں

اتنا دوڑا ہوں جاں بچانے کو
بھول آیا ہوں جانے پیار کہاں

بھیڑ اتنی تھی کچھ خبر ہی نہیں
ہو گیا تیرِ دل کے پار کہاں

بے سبب خواب بُنتے رہتے ہیں
ہم کہاں! موسمِ بہار کہاں

اک بگولا اُڑائے پھرتا ہے
برگِ جاں کو کہیں قرار کہاں

تن پرستی کے جلتے صحرا میں
کوئی احساسِ سایہ دار کہاں

روح کے زخم بھرتے رہتے ہیں
ہم کہاں! کوئی شاہکار کہاں

اشہبِ وقت لے اڑا عمرِ جاں
روز و شب کا رہا شمار کہاں

غم نے سب غمگسار چاٹ لئے
کوئی ہمدرد، غمگسار کہاں

ہم نے ملبوسِ جاں بچایا بہت
ہو گیا جانے تار تار کہاں

☆☆☆

o

آپ سی میری آپ بیتی ہے
بس یہی میری آپ بیتی ہے

میں نے تیرہ شبی کو اُجالایا
روشنی میری آپ بیتی ہے

دن بھی لکھتا ہے داستاں میری
رات بھی میری آپ بیتی ہے

میں نے ہر لمحہ جاں سے چاہا ہے
دل لگی میری آپ بیتی ہے

سارے فنکار کہہ رہے ہیں جسے
آپ کی، میری آپ بیتی ہے

جلتا بجھتا رہا ہوں شعلوں میں
آگہی، میری آپ بیتی ہے

مجھ کو لگتی ہے غیر غیر کبھی
پر یہی میری آپ بیتی ہے

جانے کیوں مجھ کو ایسا لگتا ہے
ان کہی میری آپ بیتی ہے

☆☆☆

O

یہ زمیں یہ آسماں، کوئی تو چارہ ساز ہو
چیخ اٹھا ہے جہاں، کوئی تو چارہ ساز ہو

کالی راتیں، میں اکیلا اور بے منزل سفر
چاند تارا کہکشاں، کوئی تو چارہ ساز ہو

ڈھونڈتا پھرتا ہوں دردِ ذات کے صحراؤں میں
اپنے ہونے کا نشاں، کوئی تو چارہ ساز ہو

رہروؤں کا منزلوں پہ اٹھ گیا ہے اعتماد
ہر مسافر بدگماں، کوئی تو چارہ ساز ہو

میں لئے پھرتا ہوں آغازِ جنونِ ہوش سے
جسم و جاں ہیں بے اماں، کوئی تو چارہ ساز ہو

آتشِ آشوبِ آگاہی جلا دے گی مجھے
کوئی ہمدم مہرباں، کوئی تو چارہ ساز ہو

کون سے ساحر نے جانے مجھ کو پتھر کر دیا
تھم گئی عمرِ رواں، کوئی تو چارہ ساز ہو

کوئی تو لکھ ڈالے پھر سے، پھر سے دے دے زندگی
میں ادھوری داستاں، کوئی تو چارہ ساز ہو

کوئی سپنا، کوئی وعدہ، کوئی ڈھارس، کوئی آس
کوئی تو وہم و گماں، کوئی تو چارہ ساز ہو

بیڑیاں بیتے دنوں کی فکرِ فردا کے پہاڑ
اک جہانِ ناتواں، کوئی تو چارہ ساز ہو

چار دن کی زندگی، صدیوں کا یومِ احتساب
امتحاں در امتحاں، کوئی تو چارہ ساز ہو

☆☆☆

○

دل لہو بار بار کیا کرتا
ذکرِ ابرِ بہار کیا کرتا

شاخِ فصلِ بہار سوکھ گئی
خواہشِ برگ و بار کیا کرتا

ہم کو دھرتی پہ اختیار نہیں
کوئی گردوں شکار کیا کرتا

کوئی منزل نہ خواہشِ منزل
روز و شب کا شمار کیا کرتا

حسن آنکھوں کی میل ہے پیارے
حسن کا اعتبار کیا کرتا

دن کو کر دیا رات، رات کو دن
اور لیل و نہار کیا کرتا

جب سمندر کی زندگانی ہو
پھر سمندر کو پار کیا کرتا

غم تو معمولِ زندگانی ہے
غم کو سر پہ سوار کیا کرتا

☆☆☆

o

ذوقِ تعمیر لئے پھرتا ہوں
ایک تنویر لئے پھرتا ہوں

ایٹمی جنگ ہے درپیش مگر
صرف شمشیر لئے پھرتا ہوں

کوفۂ تن کے گلی کوچوں میں
دلِ شبیرؑ لئے پھرتا ہوں

غالبؔ و میرؔ کا اب دور کہاں
غالبؔ و میرؔ لئے پھرتا ہوں

مجھ سا خوش بخت کوئی کیا ہو گا
غم کی جاگیر لئے پھرتا ہوں

جس نے بخشا ہے مجھے ذوقِ جمال
اس کی تصویر لئے پھرتا ہوں

☆☆☆

o

کون صرصر ہے اور صبا ہے کون
اس قیامت میں سوچتا ہے کون

ساری محفل اُجاڑ لگتی ہے
جانے اٹھ کر چلا گیا ہے کون

تجھ سے روٹھیں گے پھر منا لیں گے
اور اپنا ترے سوا ہے کون

کس کو فرصت ہے سر اٹھانے کی
کون آیا ہے، جا رہا ہے کون

چل پڑے ہو تو سوچنا کیسا
چلتے دریا کو روکتا ہے کون

کون سیر چمن کو آیا تھا
رنگ پھولوں میں بھر گیا ہے کون

کون روشن ہے دل منڈیروں پہ
آنکھ کی شاخ پہ کھلا ہے کون

کون رقصاں ہے جاں کے آنگن میں
میری نس نس میں گا رہا ہے کون

بے سروپا کہانیاں ہیں سبھی
جانِ اقبالؔ! آپ سا ہے کون

☆☆☆

o

مانا کہ راستہ کوئی آساں نہیں رہا
میں کیسے مان لوں کوئی امکاں نہیں رہا

میں لکھ رہا ہوں درد کے اسباب جانیے
وہ لکھ رہے ہیں درد کا درماں نہیں رہا

کوئی نہ آندھیوں سے نظر چار کر سکا
کوئی چراغ گھر میں فروزاں نہیں رہا

تنہائیوں کا جور کبھی قہر اژدہام
جینا سکون سے کبھی آساں نہیں رہا

آنکھوں کی دوستو! کسے حاجت کہ ان دنوں
منظر کوئی بھی دید کے شایاں نہیں رہا

چلتی ہیں تند و تیز ہوائیں کبھی کبھی
دشتِ وجود میں کوئی طوفاں نہیں رہا

پھرتا ہوں شہر شہر لئے محشرِ جنوں
کوئی بھی دشت، کوئی بیاباں نہیں رہا

ایسی چلی ہے صحنِ چمن میں ہوائے کفر
بلبل کا برگ و بار پہ ایماں نہیں رہا

آنگن وہی ہے اور وہی چودھویں کا چاند
لیکن وہ جانِ ماہِ درخشاں نہیں رہا

تیرے بغیر ہیں مرے بے نام روز و شب
کوئی کتاب عمر کا عنواں نہیں رہا

☆☆☆

o

کیسے گزر رہی ہے مجھے کچھ خبر نہیں
میری ہی زندگی ہے! مجھے کچھ خبر نہیں

کھنچتا ہی جا رہا ہوں میں تصویر کی طرف
کیا وجہِ دل کشی ہے! مجھے کچھ خبر نہیں

دفتر چلا ہوں مجھ سے مری جان کچھ نہ پوچھ
کب میری واپسی ہے مجھے کچھ خبر نہیں

جلتا ہوں ایک عمر سے بس اتنا یاد ہے
یہ آگ کب لگی ہے مجھے کچھ خبر نہیں

لبریز جامِ عمر بھی خالی دکھائی دے
کس چیز کی کمی ہے مجھے کچھ خبر نہیں

آتا ہے جی میں جو بھی، کہے جا رہا ہوں میں
کیا بات چل رہی ہے مجھے کچھ خبر نہیں

ہاتھوں میں جام، کیوں کبھی لب تک نہیں گیا
کیا ایسی بے بسی ہے! مجھے کچھ خبر نہیں

مجھ سے کھچا کھچا سا ہے میرا وجود بھی
اُفتاد کیا پڑی ہے مجھے کچھ خبر نہیں

آنکھوں کو صرف ایک ہی چہرہ دکھائی دے
کیسی یہ سرخوشی ہے مجھے کچھ خبر نہیں

میں سوچتا ہوں آنکھ کا ہر پل بُرا بھلا
کیا آنکھ سوچتی ہے! مجھے کچھ خبر نہیں

☆☆☆

O

کھیلتے ہنستے کٹ گئی، کم ہے یہی کمال کیا
جوشِ جنوں کی خبر ہو، عقل کی ہے مجال کیا

کتنے حسین خواب تھے، کھل گئی آنکھ دفعتاً
ہوتا رہا ہے یوں سدا، ہوتا ہمیں ملال کیا

دیکھ لیں! موسمِ بہار، آتا نہیں ہے بار بار
آپ کا کیا خیال ہے؟ میرا بھلا خیال کیا

چلتا رہا ہوں عمر بھر پہنچا نہیں کہیں مگر
رہروِ جذب و شوق کا اور بھی ہے مآل کیا

لٹتے رہے ہیں قافلے قلب و نظر کے روز و شب
اپنے دلِ تباہ کا کرتے رہیں ملال کیا

ٹالی نہ دوستو کبھی، آرزوئے دلِ حزیں
سوچا نہ ایک پل کبھی، سہل ہے کیا، محال کیا

خوابِ حسیں کو ایک شام دعوتِ مرگ مل گئی
جان نکل کے رہ گئی، مرگ سے قیل و قال کیا

جیت تو جیت تھی مگر، ہار بھی جیت بن گئی
دل کے ہیں سارے معجزے، دل بھی ہے باکمال کیا

کیسے بتاؤں دوستو! محشرِ امتحان میں
میں نے دیئے جواب کیا، ہوتے رہے سوال کیا

☆☆☆

o

شوقِ حیات، آگ کا دریا لگا مجھے
موجوں سے کھیلنا مگر اچھا لگا مجھے

میں نے جو اپنے پاؤں پہ چلنے کی ٹھان لی
دو گام شہرِ شوق کا رستہ لگا مجھے

بچھڑے پری جمال سے صدیاں گزر گئیں
یہ بات کل کی بات ہے ایسا لگا مجھے

عالم رواں ہے ہاتھ میں شعلے لئے ہوئے
ناداں سا، اک شریر سا بچہ لگا مجھے

بھڑکی تو آگ تھی فقط میرے مکان میں
لمحوں میں سارا شہر ہی جلتا لگا مجھے

یہ کیا محبتوں میں بھی تفریق آدمی
کوئی غلام اور کوئی آقا لگا مجھے

رسمِ گداگری کی بِنا کون رکھ گیا
دامن ہر ایک شخص کا پھیلا لگا مجھے

مصنوعی آب و تاب نے برباد کر دیا
تیرہ خصال چاند کا ٹکڑا لگا مجھے

☆☆☆

o

شوخ جذبوں سے محبت کیسی
دل نے کر ڈالی حماقت کیسی

غم سے انسان جنم لیتا ہے
غم و حرماں سے شکایت کیسی

وہ دسمبر ہے اسے کیا معلوم
جون جولائی کی حدّت کیسی

ہم نے خود درد کی فصلیں بوئیں
لہلہا اٹھیں تو حیرت کیسی

ایک آسیب لیئے پھرتا ہے
دشتِ تنہائی میں ہمت کیسی

بال و پر نوچ کے میداں میں اتر
ورنہ پرواز میں لذت کیسی

ہم کہ جیتے نہ کبھی مرتے ہیں
اور ہوتی ہے قیامت کیسی

ہیں فقط آپ شب و روزِ نظر
آپ کی ہو گئی عادت کیسی

☆☆☆

o

ڈھونڈا جگہ جگہ اسے، ڈھونڈا کہاں نہیں!
وہ جا بسا ہے جس جگہ ، میرا جہاں نہیں

جانے کہاں سے آئی ہے خوشبو گلاب کی
قرب و جوار میں تو کوئی گلستاں نہیں

دو چار میرے شعر ہیں اُس کی بیاض میں
یہ شاعری کا شوق مرا، رائیگاں نہیں

پگڈنڈیاں ہیں، شہر کی پکی سڑک نہ جان
کچھ ٹھیک اتنی دوڑ، اب عمرِ رواں نہیں!

مجھ کو کسی سوال کا، کچھ تو جواب دو
یہ کیا کہ بات بات پہ کہتے ہو "ہاں، نہیں!"

یہ بیل اسی نے دی ہے، یہ نمبر اسی کا ہے
میں جاگتا ہوں اور یہ وہم و گماں نہیں

تختی ہے میرے نام کی اتنی سی بات ہے
میں رہ رہا ہوں جس میں وہ میرا مکاں نہیں

جوشِ جنوں کو چاٹ لیا دوڑ دھوپ نے
سنتے ہیں اپنے شہر میں کوئی جواں نہیں

ہم جل بجھیں گے آپ ہی، خود اپنی آگ میں
اب بجلیاں نہ بھیج، نہیں! آسماں نہیں!

کیسے نظر کی بات ہوئی عام، کیا خبر!
اس شہر میں تو کوئی مرا راز داں نہیں

☆☆☆

o

پھولوں کی باس برگ و ثمر بھول جایئے
ہے بھولنا محال مگر بھول جایئے

دنیا میں روشنی کے وسیلے ہزار ہیں
وہ چاندنی وہ چاند مگر بھول جایئے

اب سوسن و گلاب کی باتیں کہانیاں
حسنِ جمال، ذوقِ نظر بھول جایئے

بکنے لگا ہے ہر کھرا کھوٹا دکان پر
کسبِ کمال دستِ ہنر بھول جایئے

نیرنگیٔ خیال کی زلفوں سے کھیلئے
عشقِ بتاں میں خونِ جگر بھول جایئے

دشتِ خیال و خواب کی اب خاک چھانیئے
حسنِ عروسِ شام و سحر بھول جایئے

آسیب راہِ شوق کی بوتل میں بند ہے
اب تو ہر ایک خوف و خطر بھول جایئے

ہو منزلوں کا شوق تو رستے ہیں اَن گنت
اُس بے وفا کی رہگزر بھول جایئے

☆☆☆

O

سائباں کو نہ سائباں لکھنا
اب کسی کو نہ مہرباں لکھنا

میری دھرتی ہی صرف خشک رہی
بارشوں کو نہ رائگاں لکھنا

میرے رنگِ غزل سے سیکھا ہے
بلبل و گل نے داستاں لکھنا

کب سے ساحل پہ ہم ہیں تشنہ دہاں
ہم سے دریا ہے سرگراں لکھنا

ایک لمحہ ہے زندگی میری
تم اسے عمرِ جاوداں لکھنا

یومِ محشر بپا ہے عالم میں
اور عالم ہے بے زباں لکھنا

☆☆☆

o

وفا ہے کج ادا، ایسا نہیں ہے
ہمارا تجربہ ایسا نہیں ہے

غلط بینی ہے یونانی نظر کی
محبت کا خدا ایسا نہیں ہے

کئی پیڑوں کا بھوکا ہوں، وگرنہ
یہ پھل خوش ذائقہ، ایسا نہیں ہے

جسے دیکھوں پھر آنکھیں نوچ ڈالوں
کوئی بھی خوش ادا، ایسا نہیں ہے

وضو کر کے اسے ملنے چلا ہوں
نظر ہے پارسا، ایسا نہیں ہے

میں اپنے آپ جیسا، جیسا تیسا
کوئی بھی دوسرا ایسا نہیں ہے

☆☆☆

o

روز دریا میں سیلاب طغیانیاں
ڈوبتے ہی رہے ہیں مگر بستیاں

رہ گیا ایک میں، اور میں کب تلک
کیا ہوئیں منزلیں، کیا ہوئے کارواں

عمر بھر اس کو سینے سے چمٹا لیا
ایک پل کے لئے جو لگا مہرباں

اپنے بچوں کو بھی منہ دکھائیں گے کیا
ہم کہ تاریخ تھے بن گئے داستاں

کیا حسیں دلنشیں انقلاب آ گیا
جس طرف دیکھئے لڑکیاں لڑکیاں

ہاتھ سے میرے شیشۂ جاں گر گیا
اس نے ہولے سے جب یوں کہا "میری جاں"

کون تسکیں، تپِ وقت میں بھر گیا
شام لگنے لگی مہرباں مہرباں

☆☆☆

o

سنتے ہیں آج کل کوئی ناداں نہیں رہا
محفوظ پھر بھی کوئی گریباں نہیں رہا

ہر چیز کا جواز ضروری ہے دوستو!
مجنوں نہیں رہا تو بیاباں نہیں رہا

قدرت کا کھیل دیکھئے ہر غم غلط ہوا
رنج و الم کا جب کوئی درماں نہیں رہا

لطفِ زباں تو رنگِ خطابت نگل گیا
اب کوئی لفظ شعر کے شایاں نہیں رہا

کیوں پھر رہے ہو ہاتھ میں کشکولِ جاں لئے
کیوں اپنے آپ پر تمہیں ایماں نہیں رہا

آؤ تراشتے ہیں کوئی حسن آنکھ میں
کوئی چراغِ حُسن، فروزاں نہیں رہا

پھولوں سے پیار کر کے نظر مشکبار ہو
اُڑتی ہے خاک، کوئی گلستاں نہیں رہا

برباد کر دیا دلِ مشکل پسند نے
الزام تجھ پہ گردشِ دوراں نہیں رہا

☆☆☆

O

پسِ تسکینِ نظر، درد کا ساماں تو نہیں!
راحتِ عشق، غمِ درد کا درماں تو نہیں!

جب بھی سنتا ہوں درِ ذہن پہ کوئی دستک
چونک اٹھتا ہوں کوئی خوابِ پریشاں تو نہیں!

کیوں لگا رہتا ہے آسیب و بلا کا دھڑکا
زندگانی ہے کوئی دشت و بیاباں تو نہیں!

میں رہوں یا نہ رہوں خواب کی تعبیر ملے
یہ مرا خواب مری عمر سے ارزاں تو نہیں!

صبر اور شکر مرے پاؤں کی زنجیریں ہیں
دامِ تقدیر کہیں خواہشِ سلطاں تو نہیں

تیرا یہ پیار مری زیست کا سنگھار تو ہے
تیرا یہ پیار مرے درد کا درماں تو نہیں

نکہتِ گل تو ترے ساتھ چلی آئی ہے
نکہتِ گل کا مرے صحن میں امکاں تو نہیں

☆☆☆

○

دل نے ہر زخم بھر لیا جیسے
ہر مسرت ہے اب روا جیسے

سوچتا ہوں تو ایسا لگتا ہے
عمر بکھری ہو جا بجا جیسے

چلتا جاتا ہوں اس توقع پر
کٹتا جاتا ہو راستہ جیسے

ہر تمنا کا رنگ کھلنے لگا
دستِ محبوب پر حنا جیسے

گزرے لمحوں میں ایسی لذت ہے
پہلی چاہت کا ہو مزہ جیسے

یوں تیرا نام لب پہ آتا ہے
کوئی نغمہ سا، شعر سا جیسے

عشقِ ناداں میں ایسی لذت ہے
تیری خوشبو کا ذائقہ جیسے

آپ کی گفتگو سے لگتا ہے
ہو فقط آپ کا خدا جیسے

ہر نیا روز ایسا لگتا ہے
کوئی محبوب کج ادا جیسے

☆☆☆

O

لب و رخسار کی باتیں ہوں کہ میخانے کی
کاوشیں ہیں دلِ افسردہ کو بہلانے کی

دشت پیچھے ہی چلا جاتا ہے تاحدِ نظر
بات تھمتی ہی چلی جاتی ہے دیوانے کی

اتنے بے درد نہیں درد میں ٹیسیں بھر دیں
دل کو سمجھائیں اگر بات ہو سمجھانے کی

زخم ہی زخم قطاروں میں کھڑے ہیں یارو
کیا دعا کرتے ہو اک زخم کے بھر جانے کی

عشق کچھ شرط نہیں حسن کی چاہت کے لئے
رسم متروک ہوئی حسن پہ مٹ جانے کی

ہر طرف جام ہے، بادہ ہے، سبو ہے، خُم ہے
شوقِ آوارہ کو حاجت نہیں میخانے کی

تم نے آ کر در و دیوار سجا ڈالے ہیں
تم نے تقدیر بدل ڈالی ہے ویرانے کی

گل و سوسن کی حکایات پرانی ٹھہریں
اب کوئی بات مہکنے کی نہ مہکانے کی

غم کی تصویر مرے دیس کی بستی بستی
کیا ضرورت ہے غمِ دہر کو فلمانے کی

☆☆☆

o

تری یادیں مرے شام و سحر ہیں
سوادِ درد میں رختِ سفر ہیں

ہمیں منظور دن بھر کی مشقت
زہے قسمت کہ شب کو اپنے گھر ہیں

دمک اٹھتی ہیں راتیں راستوں پہ
مرا دشمن مرا نورِ نظر ہے

چلو اعصاب میں پرواز بھر دیں
بھلا ڈالیں کہ ہم بے بال و پر ہیں

ہمیں جو لکھنے پڑھنے آ گئے ہیں
وہ دو الفاظ ہی لعل و گہر ہیں

نائیل ایک دو پی اے ہواؤ
ہماری راکھ میں اک دو شرر ہیں

ابھی کچھ فون آتے ہیں ادھر سے
ابھی ہم جلوہ فرماں عرش پہ ہیں

☆☆☆

o

مسکراتے کب ہیں یارو مسکرانے کے لئے
کچھ نہ کچھ تو چاہیے محفل سجانے کے لئے

پھر اسی رشکِ بہاراں کی ہے خوشبو چار سو
پھر کھلے ہیں پھول اک محشر اٹھانے کے لئے

میری اپنی زندگی میرے لئے اک عہد ہے
میں ذرا سی بات ہوں مانا زمانے کے لئے

وہ مسافر چلتے چلتے بن گئے مٹی کا ڈھیر
چاہیے کیا اور اب تم کو فسانے کے لئے

میں چلوں، اب دو اجازت، میرا اب کیا کام ہے
آ گئی ہے فصلِ گل چھنے ہنسانے کے لئے

ہے ہمیں معلوم کس کی بزم ہے اور میؔر کون
ہم چلے آتے ہیں وو ہی دل لگانے کے لئے

تم نے جو لکھے بیاضِ دل پہ لمحے پیار کے
خود چلے آؤ کبھی ان کو مٹانے کے لئے

کیوں نظر آتا ہے شعلہ بار سارا آسماں
ایک چنگاری بہت ہے آشیانے کے لئے

آ گیا وہ دن جسے پی میں گزر جانا ہے دوست!
زندگی درکار ہے اس کو بتانے کے لئے

☆☆☆

O

آنکھیں گڑی ہیں چار سو تیرے جمال پر
تیرا جمال ان دنوں اوجِ کمال پر

اٹھتی ہے تیرے حسن پہ ، مجبور ہے نظر
اے پیکرِ جمال! کرم، خستہ حال پر

چاہا ہے کس گلاب کو کس ماہتاب کو
خوش ہوں، کبھی ملول ہوں دل کی مجال پر

ایسا نہ ہو کہ حسن کے اس پار دیکھ لیں
آنکھیں نکال دی گئیں اس احتمال پر

صبحِ جمال، شامِ طرب، رات کا سکون
کوئی تو آس لکھ، مرے دستِ سوال پہ

طرزِ ادا، وقارِ سخن، شوکتِ خرام
میں تجھ کو داد دوں ترے کس کس کمال پہ

☆☆☆

o

ہے اب بھی قوت کی کامرانی، وہی کہانی
شکست خوردہ ہے ناتوانی، وہی کہانی

دل و نظر کا وہی تقاضا وہی تمنا
وہی حسینوں کی لن ترانی وہی کہانی

وہی ہزاروں برس سے حیلے شکاریوں کے
وہی پرندوں کی خوش گمانی وہی کہانی

وہی ادائیں ہیں کافرانہ، پری وشوں کی
وہی ہیں آفاتِ ناگہانی، وہی کہانی

جو روکھی سوکھی ہے، بخت والوں کی بخششیں ہیں
کرم ہے اور ان کی مہربانی وہی کہانی

جو خواب ٹوٹا تو سارا منظر بدل گیا ہے
بڑھاپا آیا، گئی جوانی، وہی کہانی

☆☆☆

o

اک گھروندا ہے، دیکھئے کیا ہو
غیضِ دریا ہے، دیکھئے کیا ہو

گھر اسی کا ہے آؤ دستک دیں
ایک موقع ہے، دیکھئے کیا ہو

پھر ڈیانا کو ایکلیس کی طرح
ہم نے دیکھا ہے، دیکھئے کیا ہو

آج ہے وقت میری جھولی میں
وقت کس کا ہے! دیکھئے کیا ہو

ایک افسونِ نکہتِ گل نے
مار ڈالا ہے، دیکھئے کیا ہو

بڑھ کے ناسور بن نہ جائے کہیں
زخم گہرا ہے، دیکھئے کیا ہو

حسن کے ان گنت امیر و وزیر
عشق تنہا ہے، دیکھئے کیا ہو

بے پروں کو اُڑائے پھرتی ہے
اک تمنا ہے، دیکھئے کیا ہو

☆☆☆

○

جانا کہاں ہے وعدۂ فردا پہ ٹال کر
لے چل جہاں بھی چاہے مگر لازوال کر

برقِ جمال پھونک دے کشتِ دل و نظر
جینا محال کر مرا، مرنا محال کر

کیسے جیوں کہ زہر فضاؤں میں گھل گیا
اے پیار کے خدا! مری سانسیں بحال کر

یوں کس طرح کٹے گی! شبِ عمر کچھ تو سوچ
کوئی تو دے جواب، کوئی تو سوال کر

کوئی حسیں گلاب سرِ شاخ روز و شب
اے خواہشِ جمال کوئی تو کمال کر

دامن میں ڈال دے کوئی ساون، کوئی بہار
بیچ وصال و قرب کا کچھ تو خیال کر

آشوبِ چشم نے مری بینائی چھین لی
تم کیا کرو گے چاند ستارے اجال کر

☆☆☆

○

ٹوٹی ہے دل پہ ایک قیامت نئی نئی
آنکھوں سے ہو گئی ہے حماقت نئی نئی

جو ہو گئی تھی صبحِ جوانی کے آس پاس
لگتی ہے آج بھی وہی چاہت نئی نئی

احساسِ خوش ادا کی کرامات دیکھیے
گلشن وہی قدیم ہے نکہت نئی نئی

تو نے تو میری سوچ کا دھارا بدل دیا
ہر رنج ہے نیا نیا، راحت نئی نئی

آتی ہیں یاد شوق کی کیا کیا کہانیاں
جب دیکھتا ہوں کوئی محبت نئی نئی

شاید دل و نگاہ کے موسم کی دین ہے
جذبوں سے ہو رہی ہے جسارت نئی نئی

فطرت نے تیرا حسن فضاؤں میں بھر دیا
کرتی رہے گی خلق، وضاحت نئی نئی

دل آج بھی خمار میں، اترا نہیں خمار
کیا چیز ہے، نہ پوچھیئے، چاہت نئی نئی

☆☆☆

○

جسم و جاں کو کہیں نہ کھا جائے
دل میں جو بھی ہے کہہ دیا جائے

کوئی آ کر جگا گیا ہے مجھے
کوئی آ کر مجھے سُلا جائے

دو گھڑی اور اس کا ذکر ندیم
دو گھڑی اور جی لیا جائے

دل پہ جو بھی قیامتیں ٹوٹیں
بے خبر آنکھ! تیرا کیا جائے

ہم کو منزل کا کوئی شوق نہیں
سرحدِ جاں تلک چلا جائے

کتنی کلیاں یہ سوچتی ہی رہیں
کون سی شاخ پہ کِھلا جائے

اب حقیقت کی دل کو تاب نہیں
کوئی دھوکا ہی کھا لیا جائے

ایک عالم کو زندگی دے دے
اِک تبسّم سے تیرا کیا جائے

☆☆☆

O

چھپا ہے چاند لیکن چاندنی ہے
وفورِ شوق کی صنعت گری ہے

نہیں ہمت اٹھانے کی ریسور
مسلسل کب سے گھنٹی بج رہی ہے

متاعِ زندگی کیسے سنبھالوں
مرے اعصاب کو اپنی پڑی ہے

مکانِ جسم مٹی ہو گیا ہے
مگر دیوارِ جاں اب تک کھڑی ہے

جہاں جی چاہتا ہے چل نکلیے
فضائے دشت و دریا ایک سی ہے

مرے بچوں کا فیضانِ ہنر ہے
مرے گھر کی ہر اک شے چیختی ہے

تمہاری گفتگو سُر کا سفر ہے
تمہارا حسن فنِ شاعری ہے

نہ منزل ہے نہ منزل کا نشاں ہے
نجانے کب سے دنیا چل رہی ہے

ترے گاؤں کا رستہ مل گیا ہے
جھلستی دھوپ بھی اب چھاؤں سی ہے

ثبوتِ زندگی جینے کی خواہش
مگر کم بخت، کتنی من چلی ہے

☆☆☆

o

میں بھی اسی گلی میں، مرا بے وفا بھی ہے
کچھ کچھ دل و نظر کا ابھی رابطہ بھی ہے

کس بات پر تجھے ہے تکبر، امیرِ شہر
میرا وہی خدا ہے جو تیرا خدا بھی ہے

جی چاہتا ہے تیرے تصور میں کھو رہوں
کم بخت ہے دماغ مرا، سوچتا بھی ہے

کیوں جانے ٹوٹ کر سدا، آیا ہے اس پہ پیار
ایسا وہ کچھ حسیں بھی نہیں، بے وفا بھی ہے

دوزخ نے اب زمین پہ مسکن بنا لئے
اس میں قصور کچھ تو مرا، آپ کا بھی ہے

آؤ کہ ڈھونڈنے چلیں پھر تازہ بستیاں
آنکھوں میں دم ہے، دل میں ابھی حوصلہ بھی ہے

لٹتی ہیں روز روز دل و جاں کی بستیاں
اے مہ جبیں نہ رو، کہ ابھی کچھ ہوا بھی ہے

جس نے فشارِ خونِ شبِ غم بڑھا دیا
وہ درد کچھ قدیم ہے، کچھ کچھ نیا بھی ہے

☆☆☆

o

اک زمانہ تھا کہ دربار لگا ہوتا تھا
روز اک روزِ جزا روزِ سزا ہوتا تھا

کتنی روشن تھی ہر اک چیز مرے آنگن کی
جب مرے گھر میں فقط ایک دیا ہوتا تھا

کیا ہوئی جانے وہ دنیا مجھے معلوم نہیں
ایک مخلوق تھی اور ایک خدا ہوتا تھا

دکھ چھپانے کا ہنر آ ہی گیا ہے آخر
ورنہ ہر دکھ مرے چہرے پہ لکھا ہوتا تھا

یہ گماں ہوتا تھا پہلو میں ہے دنیا میرے
جانِ من! کوئی بھلا تیرے سوا ہوتا تھا

ہر نظر ہوتی تھی پیغام نیا بچپن میں
رات ہوتی تھی نئی، دن بھی نیا ہوتا تھا

دکھ تو ہوتے تھے مگر ان کی دوا ہوتی تھی
ہائے وہ دن کہ تڑپنے میں مزہ ہوتا تھا

کتنی لذت تھی سنانے میں کبھی سننے میں
واقعہ لاکھ کوئی بے سروپا ہوتا تھا

☆☆☆

o

بجھ گیا ہے ہر دیا ایسا نہیں
کہہ رہا ہے دل مرا ایسا نہیں

آج بھی کتنے گریباں چاک ہیں
دشت خالی ہو گیا ایسا نہیں

ہیں ہنوز آباد دل کی بستیاں
اُٹھ گئی رسمِ وفا ایسا نہیں

ایک دو آنسو مری پہچان ہیں
پست میرا حوصلہ! ایسا نہیں

جو بدلنے سے بدل سکتا نہ ہو
میری قسمت کا لکھا ایسا نہیں

خواب جیسی تھی ہر اک اس کی ادا
وہ فقط اک خواب تھا ایسا نہیں

دل قیامت ہے، قیامت ہی تو ہے
دل کے ہاتھوں میں گیا، ایسا نہیں

بھول ہے، میری نظر کی بھول ہے
میرا دلبر باخدا ایسا نہیں

☆☆☆

O

وہ جس کا قہر جاں پہ ٹوٹتا ہے
وہی حرفِ دُعا حرفِ ثناء ہے

اندھیری رات نے پوشاک بدلی
نظر کو صبح کا دھوکا ہوا ہے

کوئی آسیب ہے، ہونے دو آسیب
کوئی تو دل نگر میں آ بسا ہے

سحر سے دائیں بائیں مُڑ رہے ہیں
اندھیری رات کا دھڑکا لگا ہے

کوئی تو قد ہو انساں کے برابر
کوئی چھوٹا ہے اور کوئی بڑا ہے

اگر دو حرف کہنے آ گئے ہیں
غمِ جاں کا صلہ ہے اور کیا ہے

ہمیں جینے کی عادت ہو گئی ہے
مگر رستہ کہاں لے جا رہا ہے

مرورِ وقت کی کیا پوچھتے ہو
یہ دریا ہے یونہی بہتا رہا ہے

نظریے خود بہ خود پلتے نہیں ہیں
کوئی خونِ جگر سے پالتا ہے

خدا جانے زمانہ کیا بنا دے
ابھی تو چاند سا ہے، پھول سا ہے

☆☆☆

○

کھل کے بیداد کیوں نہیں کرتے
ہم کو برباد کیوں نہیں کرتے

کیوں ڈراتے ہو سنگ باری سے
میری اِمداد کیوں نہیں کرتے

کیوں بدلتے ہو نام شہروں کے
شہر آباد کیوں نہیں کرتے

جس سحر کی مہیب رات ہیں ہم
وہ سحر یاد کیوں نہیں کرتے

توڑتے کیوں نہیں سکوتِ حیات
آہ و فریاد کیوں نہیں کرتے

جس کو کہتے ہو عالمی گاؤں
اس کو آباد کیوں نہیں کرتے

کتنے خنجر ہیں آستینوں میں
جان فولاد کیوں نہیں کرتے

میں زمانے کو شاد کر لوں گا
تم مجھے شاد کیوں نہیں کرتے

☆☆☆

o

کوئی جگنو کوئی تارا لگا ہے
اندھیری رات میں کیا کیا لگا ہے

وہ لمحہ جس نے میری جان لے لی
وہ لمحہ جان سے پیارا لگا ہے

وہ میری تشنگی کو کیا بجھائے
وہ کب دریا ہے! جو دریا لگا ہے

مری اپنی ہے آدم کی کہانی
یہ کل کی بات ہے، ایسا لگا ہے

میں خود کو قید کیوں سمتوں میں کر لوں
مجھے ہر راستہ سیدھا لگا ہے

کوئی تنہائی جیسے نغمہ زن ہو
وہ اک گاتا ہوا سہرا لگا ہے

مری بستی میں کیا کیا دور آئے
یہ کافر دل سدا بچہ لگا ہے

یہ پل ہی آخری پل ہو نہ شاید
مجھے ہر پل یہی دھڑکا لگا ہے

یہ دشتِ عمر ہے اقبالؔ جانی!
تمھیں آواز کا دھوکہ لگا ہے

☆☆☆

O

ہم کو برباد کر دیا کس نے
عشق ایجاد کر دیا کس نے

عشقِ شیریں نہ ہاتھ میں تیشہ
ہم کو فرہاد کر دیا کس نے

کس نے دیکھا ہے میلی نظروں سے
حسن برباد کر دیا کس نے

دل کا آئینہ چور چور ہوا
جاں کو فولاد کر دیا کس نے

حسن تو راحتِ دل و جاں تھا
ظلم ایجاد کر دیا کس نے

لے گیا ساتھ کون شہر کا شہر
آہ و فریاد کر دیا کس نے

☆☆☆

O

جمال و حسن کی جادو گری وطن سے ہے
نگاہِ شوق کی وارفتگی وطن سے ہے

وطن کی خاک سے اٹھا ہے آرزو کا خمیر
خیال و خواب کی صورت گری وطن سے ہے

وطن کی چاہ نے بجھنے نہیں دیا مجھ کو
مرے وجود میں تابندگی وطن سے ہے

شبِ وجود میں روشن ہیں ہر قدم پہ چراغ
ہماری شاخِ تمنا ہری وطن سے ہے

ہری بھری ہیں سبھی کھیتیاں دل و جاں کی
ہماری زندہ دلی، زندگی وطن سے ہے

کوئی زمین تھی اپنی نہ آسماں اپنا
ہماری، آپ کی بگڑی بنی وطن سے ہے

☆☆☆

o

ایک عالم کی روشنی مزدور
پھر بھی محصورِ تیرگی مزدور

اک کھلونا ہے اور کچھ بھی نہیں
زر پرستوں کی دل لگی مزدور

جاگتی ہیں ستم کی زنجیریں
سو رہا ہے مگر ابھی مزدور

تجھ کو سرمایہ دار چاٹ گیا
موت ہے تیری زندگی مزدور

دے کے تقدیر کا فریب تجھے
چھین لی تجھ سے ہر خوشی مزدور

آج تک تیرے دن نہیں بدلے
تیری حالت ہے دیدنی مزدور

بھوکے ننگے سوال کرتے ہیں
کیا نہیں! نسلِ آدمی مزدور!

کونوں کھدروں میں حصوں بخروں میں
کرتا پھرتا ہے خودکشی مزدور

کیا خداؤں کو رحم آئے گا
مٹتا جاتا ہے جا بجا مزدور

☆☆☆

o

میری ہستی کو جگمگاؤ نا!
معجزہ یہ بھی کر دکھاؤ نا!

سختے سختے حیات کٹ جائے
دُھن کوئی ایسی چھیڑ جاؤ نا!

اَن کہا لفظ ہوں کہو نا مجھے!
اپنی شیریں زباں پہ لاؤ نا!

لوٹ آئیں سماعتیں شاید
گنگناؤ نا! گنگناؤ نا!

کچھ تو ٹوٹے طلسمِ مرگ و حیات
کچھ تو نزدیک اور آؤ نا!

ہر گھڑی عمر کی امر کر دو
ہر گھڑی مجھ کو یاد آؤ نا!

گھر بنا لوں گا اپنی ہمت سے
گھر کی بنیاد تم اٹھاؤ نا!

تم ہو کتنے حسین دیکھ تو لوں
میری آنکھوں میں ڈوب جاؤ نا!

روز ملتے نہیں ہیں مجھ جیسے
میں ہوں اک دور یوں گنواؤ نا!

جانِ اقبال! تھوک دو غصہ
جانِ اقبال! مسکراؤ نا!

☆☆☆

o

میرا مذاقِ شعر و سخن رائگاں نہیں
یہ اور بات قدرتِ حسنِ بیاں نہیں

دیوانگی مجھے لئے پھرتی ہے کو بہ کو
ورنہ ترے جمال کا جادو کہاں نہیں

سنتے رہے ہیں کب سے قیامت قریب ہے
یہ دار و گیرِ حشر کوئی ناگہاں نہیں

کب کی اجڑ گئیں ہیں دل و جاں کی بستیاں
بیتی ہوئی رتوں کا کوئی بھی نشاں نہیں

جب سے تمہارا ہاتھ مرے سر سے اٹھ گیا
ایسا ہے جیسے سر پہ مرے آسماں نہیں

دل کا مزاج جانیئے دل کو سنبھالئے
دل سرگراں نہیں تو کوئی سرگراں نہیں

لفظوں میں رنگ دیجئے، رنگوں میں ڈھالئے
رنگِ گلاب بوئے سمن جاوداں نہیں

جو میری داستاں ہے وہ لکھنی محال ہے
جو لکھ رہا ہوں، میں وہ مری داستاں نہیں

☆☆☆

o

سحر کی روشنی سے کھیلتے ہیں
کبھی تیرہ شبی سے کھیلتے ہیں

ہمیں دیکھو کہ ساحل پر کھڑے ہیں
کھڑے ہم تشنگی سے کھیلتے ہیں

یہ کیسا کھیل کھیلا جا رہا ہے
خدا ہیں آدمی سے کھیلتے ہیں

ہمیں معلوم ہے انجامِ اُلفت
ہم اپنی زندگی سے کھیلتے ہیں

اکیلا کھیلنا کیا کھیلنا ہے
چلو آؤ کسی سے کھیلتے ہیں

تعجب کیا یہی اپنا ہنر ہے
کھلاڑی ہیں سبھی سے کھیلتے ہیں

گلوں سے پیار کس کم بخت کو ہے
گلوں کی دلکشی سے کھیلتے ہیں

ہمارے شہر کا منظر عجب ہے
اندھیرے، روشنی سے کھیلتے ہیں

☆☆☆

o

نگاہِ شوق کی وارفتگی نہیں جاتی
تمام عمر یہ دیوانگی نہیں جاتی

صراطِ شوق میں ایسے مقام آتے ہیں
دیئے جلیں نہ جلیں روشنی نہیں جاتی

ہماری عمرِ گریزاں کا کوئی موسم ہو
جمال و حسن کی جادو گری نہیں جاتی

دل و نظر نے کہی ہیں کہانیاں کیا کیا
زباں سے کوئی کہانی کہی نہیں جاتی

حیاتِ غار تو انسان چھوڑ آیا ہے
مگر سرشت کی تیرہ شبی نہیں جاتی

نجانے کتنے سمندر ہیں دیدۂ دل میں
مگر وجود کی تشنہ لبی نہیں جاتی

کبھی تو اترے گا مہتاب اپنے آنگن میں
دل و نظر سے یہ امید ہی نہیں جاتی

اندھیری رات ہو، طوفاں ہو، موجِ دریا ہو
ہمارے شوق کی زندہ دلی نہیں جاتی

ہزار بار نظر جھوم جھوم اٹھتی ہے
دلوں سے پہلی محبت، کبھی نہیں جاتی

☆☆☆

O

مہ جبینوں سے پیار کرتے رہے
دشت کو لالہ زار کرتے رہے

تیرے آنے کا سوچ کر دن رات
اہتمامِ بہار کرتے رہے

ہر گھڑی تیری یاد آتی رہی
ہر گھڑی یادگار کرتے رہے

کیا جنوں تھا کہ ہوش چاٹ گیا
دار پہ ذکرِ یار کرتے رہے

گو حسینوں نے بے وفائی کی
ہم جنوں کیش پیار کرتے رہے

اس نے مانگی تھی ایک آدھ گھڑی
ہم زمانے نثار کرتے رہے

عشق کو ہم نے زندگی جانا
عشق، دیوانہ وار کرتے رہے

دل میں چاہت کا دام پھیلا کر
درد و غم کا شکار کرتے رہے

☆☆☆

O

جب تلک زندگی ہے چلتے رہو
صورتِ روز و شب بدلتے رہو

توڑ ڈالو یہ گنبدِ ہستی
نت نئی صورتوں میں ڈھلتے رہو

نوچ ڈالو یہ بے بصر آنکھیں
عزم کی روشنی میں چلتے رہو

خونِ دل سے تراش لو مہتاب
بختِ تیرہ شبی، بدلتے رہو

میں تمھیں لازوال کر دوں گا
میرے رنگِ غزل میں ڈھلتے رہو

زندگی کا یہی تقاضا ہے
شام کو صبح میں بدلتے رہو

میرے گھر کی اُداس شاموں میں
مثلِ بادِ نشاط چلتے رہو

☆☆☆

o

دلبر کی ہر ادا کے پرستار کیا ہوئے!
خوش ذوقیِ نظر کے گنہگار کیا ہوئے!

آنکھیں ترس گئیں، کوئی صورت گلاب سی!
جانِ غزل تھے جو، لب و رخسار، کیا ہوئے!

یہ کیا کیا کہ قوتِ بینائی چھین لی
امیدِ صبحِ نو! ترے اقرار کیا ہوئے!

کس نے زمیں کے حسن کو نیلام کر دیا
اشجار کیا ہوئے! گل و گلزار کیا ہوئے!

دم گھٹ رہا ہے وہم و گماں کے حصار میں
لِآم تھے جو روزنِ دیوار، کیا ہوئے!

تم کیا گئے کہ گھر ہی مرا ساتھ لے گئے
آنگن گیا کہاں! در و دیوار کیا ہوئے!

اے آنکھ تو نے عشق کو بدنام کر دیا
صبر و سکون و ضبط کے، اقرار کیا ہوئے!

☆☆☆

o

بہر سو رنگِ الفت دیدنی ہے
یہ دریائے لطافت دیدنی ہے

مجھے تخلیق کر ڈالا ہے پھر سے
محبت کی کرامت دیدنی ہے

امیرِ شہر کچھ سمجھا گیا ہے
حماقت پہ حماقت دیدنی ہے

مرا احساس فن میں ڈھل رہا ہے
یہ فیضِ حسنِ فطرت دیدنی ہے

خدا بندوں کو کچھ سمجھا رہا ہے
قیامت پہ قیامت دیدنی ہے

کہاں سے اتنی لمبی عمر لاؤں
شبِ غم کی طوالت دیدنی ہے

مہ و انجم مری جھولی میں رقصاں
محبت کی عنایت دیدنی ہے

مکاں سے لامکاں تک آ گیا ہوں
حسینوں کی رفاقت دیدنی ہے

یہ کافر دل ہوا، قابو سے باہر
خمار و کیفِ الفت دیدنی ہے

کہاں ہو گم، محبت کے خداؤ!
مریضِ دل کی حالت دیدنی ہے

نظر میں گلستاں اگنے لگے ہیں
گل و سوسن کی چاہت دیدنی ہے

☆☆☆

O

زندگی میں کوئی مزہ بھی نہیں
جان دینے کا حوصلہ بھی نہیں

اتنی لمبی سزا مرے مولا!
میں کہ دو چار دن جیا بھی نہیں

ہر مکاں پر ترے مکاں کا گماں
یہ ترے گھر کا راستہ بھی نہیں

وہ مرے پاس ہر گھڑی، ہر پل
جس کو شاید مرا پتہ بھی نہیں

ہوک جانے کہاں سے اٹھتی ہے
میرے سینے میں دل رہا بھی نہیں

عادتاً جی رہا ہوں برسوں سے
دل لگایا بہت، لگا بھی نہیں

☆☆☆

o

اس قدر ظلم خدارا نہ کرو
تم مجھے پیار سے دیکھا نہ کرو

سوچ ہے پیار کی دشمن یارو
پیار ہو جائے تو سوچا نہ کرو

ہنس کے سہہ لیتے وہ ہر زخمِ جگر
میری آنکھو! مجھے رسوا نہ کرو

تم نے لُوٹی ہے خدا کی مخلوق
آدمی ہونے کا دعویٰ نہ کرو

حسن کی ریت بھی، پریت بھی
اپنے دل کو کبھی میلا نہ کرو

شعر کہتے رہو اقبالؔ! مگر
اپنے زخموں کو کریدا نہ کرو

☆☆☆

O

ہم اگر ساتھ ساتھ چلتے ہیں
راستے منزلوں میں ڈھلتے ہیں

جب اندھیروں کا ڈر نہیں رہتا
راستے روشنی اُگلتے ہیں

زندگی تو بدل نہیں سکتی
آنکھ کا زاویہ بدلتے ہیں

رات کو گھر کے طاق میں رکھ کر
آؤ سورج کے ساتھ چلتے ہیں

کوئی آسیب ہے ہر اک گھر میں
آؤ اس شہر سے نکلتے ہیں

تم اندھیروں کی بات کرتے ہو
میری آنکھوں میں دیپ جلتے ہیں

جرمِ بے چارگی کے سب عفریت
بے یقینی کے گھر میں پلتے ہیں

جن کو ہاتھوں کے گُر نہیں آتے
عمر بھر بیٹھے ہاتھ ملتے ہیں

ایک دو کام ہیں ادھورے ابھی
آؤ پھر زندگی میں ڈھلتے ہیں

☆☆☆

o

کمالِ کوزہ گر پہ مر مٹے ہیں
ہم اہلِ دل، ہنر پہ مر مٹے ہیں

نظر کے اس طرف بھی روشنی ہے
نظر والے نظر پہ مر مٹے ہیں

سبھی گھر ہیں ہماری اپنی بستی
ہم اپنے اپنے گھر پہ مر مٹے ہیں

ہمیں صدیوں کے غم کو بانٹنا تھا
غمِ شام و سحر پہ مر مٹے ہیں

عجب جادو ہے حسنِ مہوشاں بھی
ہزاروں اک نظر پہ مر مٹے ہیں

جمالِ ہم سفر ٹھہرا ہے منزل
جمالِ ہم سفر پہ مر مٹے ہیں

ابھی کتنی بہاریں دیدنی تھیں
ہم اک رنگیں سحر پہ مر مٹے ہیں

ہمیں تمنا کہاں تھا جانے کیسے
ہم اِک رشکِ قمر پہ مر مٹے ہیں

گماں ہوتا ہے جس پہ دیوتا کا
ہم ایسے دیدہ ور پہ مر مٹے ہیں

ہمیں دیوانگی نے آ لیا ہے
کسی آشفتہ سر پہ مر مٹے ہیں

وہ ظالم جس نے ہم کو زندگی دی
اُسی ظالم کے در پہ مرمٹے ہیں

☆☆☆

o

کبھی میں دشت و صحرا میں کھلا ہوں
کبھی آرائشِ محفل رہا ہوں

مرا کوئی تماشائی نہیں ہے
میں اپنا خود تماشا دیکھتا ہوں

زمامِ وقت میری دسترس میں
میں لمحوں میں زمانے لکھ رہا ہوں

مجھے قسطوں میں جینا آ گیا ہے
میں ہر لمحے میں جی بھر کے جیا ہوں

بُرا ہو قافیہ پیما جنوں کا
مجھے کہنا تھا کیا! کیا کہہ گیا ہوں

دیارِ وقت کی کیوں خاک چھانوں
چلے ہو تم تو میں بھی چل پڑا ہوں

یہی ہے روحِ تجدیدِ زندگانی
میں ہارا ہوں مگر باحوصلہ ہوں

نکل جاتا ہے دن ہر خواب و خواہش
نہ جانے شب کو کیا کیا سوچتا ہوں

☆☆☆

○

حسینوں سے محبت ہو گئی ہے
ہر اِک شے خوبصورت ہو گئی ہے

چھٹی ہے جاں عذابِ روز و شب سے
ہمیں فرصت ہی فرصت ہو گئی ہے

مَرے ہیں عشق میں یوں لحظہ لحظہ
ہمیں مَرنے کی ہمت ہو گئی ہے

مرے سینے میں اِک آتش فشاں ہے
تمنا اِک قیامت ہو گئی ہے

سبھی سپنے، کھلونے ریزہ ریزہ
دگرگوں دِل کی حالت ہو گئی ہے

گلوں، کلیوں کو جی بھر دیکھنے کی
مری آنکھوں کو عادت ہو گئی ہے

بہ فیضِ فون حاصل قربتیں ہیں
بڑی آساں محبت ہو گئی ہے

عجب قوت ملی ہے تیرگی سے
مری نس نس بصارت ہو گئی ہے

بیاضِ وقت پر لکھا گیا ہوں
نجانے کیا حماقت ہو گئی ہے

☆☆☆

O

حسن کا کوئی اعتبار نہیں
اور دل پر بھی اختیار نہیں

حال جو بھی ہے دل کا ہونے دو
میری آنکھیں تو اشکبار نہیں

لڑ رہا ہوں کئی محاذوں پر
سامنے میرے جیت ہار نہیں

اپنی ہمت پہ جی رہا ہوں میں
اپنے سانسوں پر انحصار نہیں

پھول اُگنے لگے خیالوں میں
اب ہمیں خواہشِ بہار نہیں

دل یہ کہتا ہے جان! پھر سے نکل
جان کہتی ہے بار بار نہیں

حالتِ دل کسی سے کیا کہیے
غم ہزاروں ہیں، غمگسار نہیں

پھر وہیں ہوں جہاں سے بھاگا تھا
اب کوئی صورتِ فرار نہیں

☆☆☆

O

کہیں دریا، کہیں صحرا پڑے گا
بہت دشوار یہ رستہ پڑے گا

فقط دو گام چل کر تھک گئے ہو!
مری جاں! عمر بھر چلنا پڑے گا

یہ دیکھو کون ملنے آ گیا ہے
تجھے اے موت اب رُکنا پڑے گا

نجانے کب تلک دیکھیں گی آنکھیں
نجانے، دیکھنا کیا کیا پڑے گا

میں شاید اپنی منزل بھول جاؤں
کہ رستے میں ترا کوچہ پڑے گا

لٹا دو بہرِ دل سب کچھ لٹا دو
یہ سودا باخدا سستا پڑے گا

دعائیں دیں گے سب اپنے پرائے
مگر اس کے لئے مرنا پڑے گا

بہت سے کام باقی رہ گئے ہیں
مجھے کچھ اور دن جینا پڑے گا

مجھے کیوں مختصر سا لگ رہا ہے
سفر جو عمر سے لمبا پڑے گا

تمہاری نیتیں کھوٹی ہیں یارو
تمہیں ہر راستہ ٹیڑھا پڑے گا

☆☆☆

o

میں اتنی دیر کیسے جی لیا ہوں
میں تنہائی میں اکثر سوچتا ہوں

تری خاطر میں پہنچا آسماں پر
تری خاطر ستارے توڑتا ہوں

کہاں رکھ آیا یارو! ذات اپنی
کبھی میں دوسرا ہوں تیسرا ہوں

کوئی آئے جلائے پھر سے مجھ کو
بڑی ظالم تھی آندھی بجھ گیا ہوں

وہ ساحل پر کھڑے ہیں دیکھتے ہیں
میں کیسے تیرتا ہوں، ڈوبتا ہوں

جنونِ دل کی حالت دیدنی ہے
حدودِ جاں سے آگے چل رہا ہوں

مرے نغموں میں سوزِ زندگی ہے
رُبابِ وقت پہ نغمہ سرا ہوں

ادھورا ہوں مری تکمیل کر دے
مرے خالق میں تیری ہی رضا ہوں

نہ منزل ہے نہ کوئی راستہ ہے
نجانے کس جنوں میں چل رہا ہوں

☆☆☆

o

کیا شخص تھا کہ جان سے پیارا لگا مجھے
ایسا نہیں تھا دوستو! جیسا لگا مجھے

کیا کم ہے بات! چار دن اچھے گزر گئے
مانا کہ سب فریب تھا، اچھا لگا مجھے

یہ اور بات وہ کبھی میرا نہ بن سکا
مجھ کو تو عمر بھر، مرا اپنا لگا مجھے

دو چار عشق صاحبو! جب میں نے کر لئے
پہلا جو عشق تھا وہی سچا لگا مجھے

چلتا رہا میں ایک ہی رستے پہ عمر بھر
سیدھا لگا کبھی، کبھی الٹا لگا مجھے

میرا ہی حوصلہ تھا، اسے پار کر گیا
دریائے عشق، آگ کا دریا لگا مجھے

ہر شے سے کھیلنا مری عادت سی ہو گئی
اپنا وجود تک بھی کھلونا لگا مجھے

خود اس نے بڑھ کے مجھ کو گلے سے لگا لیا
میرا تو پہلا عشق تھا ڈر سا لگا مجھے

وہ کیسے بھوکے شہر کو دیتا تسلیاں
جب خود امیرِ شہر ہی بھوکا لگا مجھے

چاہت نے تیری مجھ کو وفا کیش کر دیا
ہر شخص تیرے شہر کا اپنا لگا مجھے

تو ہم سفر ہے اور سفر قربتوں کا ہے
خوش بخت ہوں کہ عمر بھر ایسا لگا مجھے

شاخِ دل و نگاہ رہی عمر بھر ہری
ہر گل ترے خیال کا تازہ لگا مجھے

☆☆☆

O

نئی دھن گنگنا کر دیکھتے ہیں
نئے نغمات گا کر دیکھتے ہیں

فلک کے دیپ تو بجھنے لگے ہیں
اب اپنا گھر جلا کر دیکھتے ہیں

ہم اس کے حسن کو پاسِ حیا سے
نگاہوں سے چھپا کر دیکھتے ہیں

کشادِ دل یونہی ممکن ہو شاید
چلو آنسو بہا کر دیکھتے ہیں

بڑی ہلچل ہے کوئی آ بسا کیا!
درِ دل کھٹکھٹا کر دیکھتے ہیں

سنا ہے عشق ہر دکھ کی دوا ہے
یہ نسخہ آزما کر دیکھتے ہیں

یہ آنکھیں کب سے ویرانہ بنی ہیں
کوئی سپنا سجا کر دیکھتے ہیں

دوا ہر درد کا درماں نہیں تو
دعا تو ہے، دُعا کر دیکھتے ہیں

بڑی ہی سست ہے رفتارِ ہستی
کوئی طوفاں اٹھا کر دیکھتے ہیں

نگر سو بار جو لوٹا گیا ہے
اسے پھر سے بسا کر دیکھتے ہیں

فلک تک دسترس آساں نہیں ہے
زمیں جنت بنا کر دیکھتے ہیں

☆☆☆

o

لٹ گیا روشنی میں کیا کیا کچھ
بٹ گیا تیرگی میں کیا کیا کچھ

ڈھونڈتا پھر رہا ہوں صدیوں سے
کھو دیا اک گھڑی میں کیا کیا کچھ

حسن ہو آنکھ میں تو کُھلتا ہے
حسن ہے زندگی میں کیا کیا کچھ

ایک دیوانگی کے عالم میں
کہہ گیا شاعری میں کیا کیا کچھ

بھول کر بھی سکوں نہ چاہے دل
مل گیا بے کلی میں کیا کیا کچھ

جانے کب سے تلاش جاری ہے
ہیں ہنر آدمی میں کیا کیا کچھ

ہوش میں لٹ گئے سرِ بازار
پا لیا بے خودی میں کیا کیا کچھ

☆☆☆

O

کیا ہونے جا رہا ہے، کسی کو خبر نہیں
لیکن کسی بھی شخص کا یہ دردِ سر نہیں

دل چیختا ہے سارے مناظر فریب ہیں
لگتا ہے میری آنکھ میں میری نظر نہیں

میں جانتا ہوں منزلِ مقصود دُور ہے
میں جانتا ہوں کوئی مرا ہمسفر نہیں

کیا دن تھے! حسن ایک تبسم کی مار تھا
اب میرے پاس کوئی بھی ایسا ہنر نہیں

میرے دل و دماغ میں رشتہ ہے پیار کا
میری حدیثِ شوق میں، "لیکن مگر" نہیں

مدت گزر گئی ہے میں اب یونہی ٹھیک ہوں
حاجت ترے کرم کی مجھے چارہ گر نہیں

میں جی رہا ہوں صدیوں، زمانوں میں ان دنوں
پاؤں میں میرے حلقۂ شام و سحر نہیں

☆☆☆

O

کبھی اقرار ہونے جا رہا ہوں
کبھی انکار ہونے جا رہا ہوں

سبھی منظر پرانے ہو گئے ہیں
نظر کے پار ہونے جا رہا ہوں

میں نیلی چھت کے نیچے بے گھروں کی
در و دیوار ہونے جا رہا ہوں

مجھے بادِ صبا نے چھو لیا ہے
گل و گلزار ہونے جا رہا ہوں

کسی نے پیار سے دیکھا ہے جب سے
سراپا پیار ہونے جا رہا ہوں

حسیں جذبوں نے مجھ کو چُن لیا ہے
میں اک شہکار ہونے جا رہا ہوں

☆☆☆

o

سنتا رہتا ہوں مگر کہتا نہیں
وہ سمجھتا ہے مجھے سنتا نہیں

میرے اپنے روز و شب ہیں دوستو!
میں تمہارے وقت میں جیتا نہیں

میرے کام آئیں مری ناکامیاں
عقل و دانش کا مجھے دعویٰ نہیں

اس کی بینائی میں کوئی نقص ہے
زندگی میں رنگ جو بھرتا نہیں

میرا ہر اک لفظ اک برسات ہے
ابرِ غم گو آنکھ سے برسا نہیں

اور دو اک ٹھوکریں درکار ہیں
سیکھنا تھا جو ابھی سیکھا نہیں

ایسا نغمہ ہے مری آواز میں
جو کسی بھی ساز پہ بجتا نہیں

چل نکلتا ہوں اکیلا گھر سے میں
انگلیاں تھامے ہوئے چلتا نہیں

اپنی خواہش سے شکایت ہے مجھے
آپ سے واللہ کچھ شکوہ نہیں

☆☆☆

○

غمگساروں میں دن گزرتے ہیں
جاں سپاروں میں دن گزرتے ہیں

پھول کھلنے لگے خیالوں میں
اب بہاروں میں دن گزرتے ہیں

جب حسیں ہم سفر میسر ہو
رہگزاروں میں دن گزرتے ہیں

ہم بھی یارو! حسین لگنے لگے
ماہ پاروں میں دن گزرتے ہیں

اک نظر ہے ہزار منظر ہیں
گل عذاروں میں دن گزرتے ہیں

زندگی خواب ایسی لگتی ہے
حسن زاروں میں دن گزرتے ہیں

سچ تو یہ ہے کہ دستِ فطرت کے
شاہکاروں میں دن گزرتے ہیں

شکر، صد شکر! اپنی راتوں کے
چاند تاروں میں دن گزرتے ہیں

اپنی قسمت بدل گئی یارو!
شہسواروں میں دن گزرتے ہیں

☆☆☆

o

تماشا گر بھی تماشا دکھائی دیتا ہے
نظامِ دہر بدلتا دکھائی دیتا ہے

ہر ایک شخص سکوں سے ہے اپنے گھر میں مگر
مجھے تو شہر سلگتا دکھائی دیتا ہے

تمہاری آنکھ میں کچھ دیکھنے کی تاب نہیں
دکھاؤں کیسے کہ کیا کیا دکھائی دیتا ہے

اگر ہو منزلِ مقصود کی تڑپ روشن
اندھیری رات میں رستہ دکھائی دیتا ہے

ہر ایک شخص کے شیطاں سے رابطے ہیں مگر
ہر ایک شخص فرشتہ دکھائی دیتا ہے

میں کس کے سامنے تنہائیوں کا ذکر کروں
تمام شہر ہی تنہا دکھائی دیتا ہے

یہ رنگ و نور جو پھیلا ہوا ہے عالم میں
مری نظر کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے

میں ماہ و سال کے زیرِ نگیں نہیں اقبالؔ
مجھے تو پل میں زمانہ دکھائی دیتا ہے

☆☆☆

o

میں اسے ہر خوشی عطا کرتا
کاش مجھ سے کوئی وفا کرتا

درد کو جزوِ جاں بنا ڈالا
درد کی اور کیا دوا کرتا

میں نے پتھر سے دوستی کر لی
میں کہ تنہا تھا، اور کیا کرتا!

اپنی تقدیر خود بنائی تھی
دیوتاؤں سے کیا گلہ کرتا

سَر پہاڑوں کو کرنے نکلا تھا
مجھ پہ لازم تھا، حوصلہ کرتا

بے بسی نے بچا لیا مجھ کو
ورنہ جانے میں کیا سے کیا کرتا

میں نے خود کو ہی ان گنت جانا
میں اکیلا تھا اور کیا کرتا

کوئی گر اڑتا دیکھتا مجھ کو
میں تو بے بال و پَر اُڑا کرتا

جس نے چُھپ چُھپ کے مجھ پہ وار کئے
مجھ سے ملتا تو میں وفا کرتا

کیا ہے جو زیست میں نہیں ہوتا
کیوں بھلا اپنا دل بُرا کرتا

☆☆☆

o

نئے دریا بہانا چاہتا ہوں
نئے گلشن اُگانا چاہتا ہوں

جہاں تو نے بچھڑ جانا ہے مجھ سے
وہیں تک ساتھ جانا چاہتا ہوں

مری جھولی میں بس دو چار پل ہیں
انہیں صدیاں بنانا چاہتا ہوں

سکوتِ جاں سے خوف آنے لگا ہے
کوئی محشر اٹھانا چاہتا ہوں

جو پل اک عمر پیچھے رہ گیا ہے
اسی میں لوٹ جانا چاہتا ہوں

یہ دنیا کچھ پرانی ہو گئی ہے
نئی دنیا بسانا چاہتا ہوں

دیئے ہیں میری نس نس میں فروزاں
دیئے ہر سو جلانا چاہتا ہوں

ترے شایاں نہیں آنکھوں کی دنیا
تجھے دل میں بسانا چاہتا ہوں

"ہے ممکن" لکھ رہا ہوں ہر عمل پہ
"نہیں ممکن" مٹانا چاہتا ہوں

یہی شاید علاجِ دردِ دل ہو
میں اپنا درد گانا چاہتا ہوں

☆☆☆

o

کوئی دریا ہو کوئی صحرا ہو
لاکھ دشوار میرا رستہ ہو

میں اسے جزوِ قلب و جاں کر لوں
گر کوئی شخص دل کا اچھا ہو

موت تو کچھ بھی دیکھتی ہی نہیں
کوئی بچہ ہو، کوئی بوڑھا ہو

سب کو قسمت اٹھائے پھرتی ہے
کوئی تو پاؤں پاؤں چلتا ہو

عمر بھر خواہشوں کے جال بنے
کاش ایسا ہوا! کاش ایسا ہوا!

کتنی ہمت ہے آزما تو لیں
کاش رستے میں کوئی دریا ہو

اے حسیں چاند رات تو ہی بتا
چاند میرا کہیں تو دیکھا ہو

یہ اندھیرے تو چھٹ ہی جائیں گے
زندگی کا چراغ جلتا ہو

زندگانی میں کیا نہیں ممکن
راہ یہ اس کے گھر کو جاتا ہو

صاحبو! یہ بھی عین ممکن ہے
وہ بھی میری طرح تڑپتا ہو

☆☆☆

o

وہ نور وہ نکہت مجھے کیا یاد نہیں ہے!
وہ دورِ کرامت مجھے کیا یاد نہیں ہے!

وہ ناز، وہ انداز، تبسم وہ تکلم
وہ چاند سی صورت مجھے کیا یاد نہیں ہے!

سو بار ملے عمر تو سو بار لٹا دوں
لٹ جانے کی لذت مجھے کیا یاد نہیں ہے!

کیا درد تھا جس درد نے ہر درد مٹایا
اس دَرد کی راحت مجھے کیا یاد نہیں ہے!

جس کے لب و عارض مرے شعروں میں ڈھلے ہیں
وہ کافی صورت مجھے کیا یاد نہیں ہے!

تاحدِ نظر سوسن و گل، چاند ستارے
کیا سحر تھی چاہت، مجھے کیا یاد نہیں ہے!

وہ روزِ قیامت جو مری ذات پہ ٹوٹا
وہ روزِ قیامت مجھے کیا یاد نہیں ہے!

جس گل کی مہک آج بھی سانسوں میں ہے محفوظ
اس گل کی لطافت مجھے کیا یاد نہیں ہے!

☆☆☆

O

ان کی آنکھوں میں پیار، حیرت ہے!
کس قدر خوشگوار حیرت ہے!

کیا حسیں صورتیں بنا ڈالیں
میرے پروردگارا حیرت ہے!

نور و نکہت فسونِ رنگِ خیال
جستجوئے بہار، حیرت ہے!

ہم کو اپنی سمجھ نہیں آتی
غم لگا غمگسار، حیرت ہے!

کون سا دُکھ ہے جو نیا دُکھ ہے
اک جہاں اشکبار، حیرت ہے!

میں اکیلا تھا دُشمنوں کے بیچ
بن گیا بے شمار، حیرت ہے!

پھول کھلنے لگے ہیں صحرا میں
رنگ و بو، بے بہار، حیرت ہے!

حسن ہو ہوشیار، ہونے دو
عشق ہو ہوشیار، حیرت ہے!

لوگ کشتی کے منتظر ہیں ابھی
میں ہوں دریا کے پار، حیرت ہے!

بجھ گئیں جب تمام امیدیں
بج اٹھے دل کے تار حیرت ہے!

کتنی جلدی بدل گیا سب کچھ
ہے وہی رہگزار، حیرت ہے!

☆☆☆

o

تھے مرے پاس حرف ہی بے کار
میں نے ہر بات ہی کہی بے کار

کس کو فرصت ہے کون دیکھے گا
چاند بے کار، چاندنی بے کار

میں یونہی عمر بھر سلگتا رہا
میرے سینے میں آگ تھی بے کار

اس زمانے میں کہہ رہا ہوں غزل
جس زمانے میں شاعری بے کار

راج ہے ہاتھ کی لکیروں کا
آج بھی علم و آگہی بے کار

تیرہ راتوں میں جن کی گزری ہو
ان کی آنکھوں میں روشنی بے کار

زندگی آس کی علامت ہے
کون کہتا ہے زندگی بے کار

دیپ روشن مرے ارادوں کے
تیرہ شب! تیری تیرگی بے کار

تو جو اوجھل ہو میری آنکھوں سے
میری آنکھوں کی روشنی بے کار

☆☆☆

O

جن کے گھر ہیں وہ سب اپنے گھر جائیں گے
شام ہونے کو ہے، ہم کدھر جائیں گے

میری خاطر کوئی دل گرفتہ نہ ہو
دل بہل جائے گا زخم بھر جائیں گے

کتنے جاں کی حفاظت میں جاں سے گئے
ایک دن ہم بھی جاں سے گزر جائیں گے

نا اُمیدی مری مہ جبیں! کفر ہے
ایک دن تیرے گیسو سنور جائیں گے

ہار جانا محبت میں سیکھا نہیں
تم جدھر جاؤ گے، ہم اُدھر جائیں گے

ہم کو اپنے بچھڑنے کا کچھ غم نہیں
غم تو یہ ہے کہ سپنے بکھر جائیں گے

زندگی ست گامی کا طعنہ نہ دے
اپنے حصے کا ہر کام کر جائیں گے

☆☆☆

o

ذرا سی آنکھ لگی تھی، بدل گیا، کیا کیا!
نظر کے ہاتھ سے جانے نکل گیا کیا کیا!

کسی دماغ کی کونپل کسی کے دل کی کلی
جھلستی دھوپ میں پل بھر میں جل گیا کیا کیا!

خمار، نغمہ، صبا، چاندنی، سکوں، گلشن
طلسمِ حرف سے شعروں میں ڈھل گیا کیا کیا!

عجیب حسن تھا مدہوش کرتا جاتا تھا
سرور و وجد میں منہ سے نکل گیا کیا کیا!

ہمارے شہر میں دو چار آندھیاں ہی چلیں
ہمیں خبر ہی نہیں ہے کہ ٹل گیا کیا کیا!

ترے حُسن کے نام

مجھ کو ازبر ہے ترے حسن کا سارا دیواں
ترے ہونٹوں کی رباعی کے دلآویز کنول
تری آنکھوں میں چھلکتی ہوئی مینائے غزل
ترے جوڑے میں کھلے نظمِ معرا کے گلاب، نظمِ آزاد کے پھول
تری عارض پہ لکھی کتنی ہی نثری نظمیں
اور پیشانی پہ تحریر قصائد کے نجوم
مجھ کو ازبر ہے ترے حسن کا سارا دیواں
مجھ کو ازبر ہے ترے حسن کا سارا دیواں

☆☆☆

O

بجھ گیا ایک دیا، رات گئی بات گئی
اب کسے یاد بھلا، رات گئی بات گئی

کتنے آتے ہیں یہاں، کتنے چلے جاتے ہیں
کب کوئی کام رُکا، رات گئی بات گئی

مغلِ اعظم تھا، سکندر تھا، کوئی دارا تھا
ہم کو قصے نہ سنا، رات گئی بات گئی

دن نکل آیا ہے، سورج کی شہنشاہی ہے
سب کے سب دیپ بجھا، رات گئی بات گئی

بات مشکل سہی، آسان بنا لے اس کو
جو ہوا بھول بھی جا، رات گئی بات گئی

دل تو نادان ہے، دانائی کی امید نہ رکھ
اس کی باتوں میں نہ آ، رات گئی بات گئی

☆☆☆

O

اک محشرِ جمال نے جینے نہیں دیا
اک حسرتوں کے جال نے جینے نہیں دیا

قلب و نظر کو لے اڑے دو بول پیار کے
لفظوں کے احتمال نے جینے نہیں دیا

مجھ کو شبِ وصال بھی فرقت کی شب لگی
تشکیک کے وبال نے جینے نہیں دیا

جانے کہاں پہ کھو گیا جذبوں کی بھیڑ میں
اک خواب، اک خیال نے جینے نہیں دیا

دو جسم تھے خلوص کے پیکر میں جلوہ ریز
اک ریشمی رومال نے جینے نہیں دیا

اکیسویں صدی میں بھی ہیملٹ ہیں آپ میں
آزارِ احتمال نے جینے نہیں دیا

☆☆☆

O

ہم نے باتیں ہی کیں، آپ کی عمر بھر
لوگ کہتے ہیں کی، شاعری عمر بھر

آنکھ میں بھر لیا ایک مہتاب کو
ہم نے دیکھی نہیں تیرگی عمر بھر

چاند لمحوں کو وقفِ نظر کر دیا
تیری تصویر تھی رہی عمر بھر

زہر کے گھونٹ کا تو بہانہ بنا
ہم تو کرتے رہے خود کشی عمر بھر

میرا خوشیوں سے دامن نہ خالی ہوا
مجھ کو اپنی لگی ہر خوشی عمر بھر

عجب فکر گرمِ سفر ہی رہا
اور اُڑتی رہی خاک سی عمر بھر

کیا کہیں ایک سپنے کی سرشاریاں
ہم پہ طاری رہی بے خودی عمر بھر

افسری مل گئی تب بھی نوکر رہے
ہم کو آئی نہیں افسری عمر بھر

☆☆☆

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال

ماہر تعلیم،شاعر،ادیب،نقاد،افسانہ نگار،مترجم،سماجی کارکن
ایم اے انگلش۔ایم اے اردو
پہلا نابینا ایم فل (گولڈ میڈلسٹ)۔پہلا نابینا پی ایچ ڈی
پہلا نابینا لیکچرار
سابق پروفیسر گورنمنٹ کالج سرگودہا
سابق پروفیسر یونیورسٹی آف دی پنجاب لاہور
حال منسلک یونیورسٹی آف سرگودہا
مدیر: ماہنامہ "سفید چھڑی" سرگودہا
بانی صدر "علمی ادبی تنظیم "بزمِ فکروخیال" سرگودہا
صدر: "پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائنڈ" سرگودہا
سابق صدر "پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائنڈ نیشنل" کراچی
سابق صدر "پاکستان ایسوسی ایشن آف دی بلائنڈ پنجاب" لاہور
صدر "تھنکر زفورم فار سوشل اپ لفٹ لاہور"
صدر: "رحمت پارک ویلفیئر سوسائٹی یونیورسٹی روڈ سرگودہا"
ممبر "پبلک سیفٹی کمیٹی کنٹونمنٹ بورڈ سرگودہا"
نثری اور شعری تخلیقات: 16 عدد
شخصیت اور فن کے متعلق جرائد: 5 عدد
شخصیت اور فن پر کتب: 3 عدد
ایم فل کی سطح کا مقالہ: 1 عدد
شخصیت اور فن پر مضامین ومقالات: 100 سے زائد
ڈاکٹر شیخ اقبال کا منتخب مصور کلام از سعید احمد بوؔطہ

چار زبانوں کے شاعر (اردو، انگریزی، فارسی اور پنجابی)

غزلیات پرمبنی آڈیو البم: 2عدد

مختلف ادبی تنظیموں اور اداروں کی طرف سے اسناد اور ایوارڈز: 19عدد

پیدائش 15مارچ 1945ء بمقام کرنال مشرقی پنجاب، آٹھ سال تک عام سکول میں تعلیم پائی اور پھر بینائی ضائع ہو گئی، ان گنت مشکلات کے باوجود انہوں نے اپنا تعلیمی سفر انتہائی کامیابی سے جاری رکھا، وظائف اور اعزازات حاصل کئے۔ انتہائی اعتماد اور یقین سے عملی زندگی میں قدم رکھا ان کی جدو جہد، مشکلات و مصائب سے دوچار لاکھوں افراد کے لئے مینارۂ نور ہے۔ وہ انگریزی میں ایم اے کرنے والے پہلے نابینا پاکستانی ہیں، پاکستان بھر میں بطور لیکچرار متعین ہونے والے پہلے فرد ہونے کا اعزاز بھی انہی کو حاصل ہے، نابیناؤں کی ملک گیر تحریک "پاکستان ایسوی ایشن آف دی بلائنڈ" کے ایک مدت کے لئے بیک وقت ضلعی، صوبائی اور مرکزی صدر منتخب ہوئے۔ مرکزی وزارتِ ثقافت نے انہیں زبان و ادب کی خدمات کے اعتراف میں توصیفی سند سے نوازا۔ انہیں سکاؤٹنگ کا صدارتی ایوارڈ بھی عطا کیا گیا اور محکمہ سماجی بہبود نے ان کی خدمات کے اعتراف میں گولڈ میڈل دیا۔ تعلیمی میدان میں ان کی کارکردگی بے بصر حضرات کے لئے تحریک کا باعث ہے کہ انہوں نے ایم فل میں گولڈ میڈل حاصل کیا اور (The Impact of British Poets on Iqbal) کے موضوع پر پی۔ ایچ۔ ڈی کا مقالہ تحریر کیا۔ پہلے شعری مجموعے "ساحلِ تشنہ لب" نے سرگودھا تعلیمی بورڈ کے اساتذہ کی شعری تخلیقات کے مقابلہ میں دوسری پوزیشن حاصل کی۔ ان کی غزلیات پرمبنی معروف گلوکاروں کی آواز میں دو البم منظرِ عام پر آچکے ہیں گلوکاروں میں بدر الزماں، فدا حسین، کوثر علی، ارشاد علی اور شکنتلا دیوی شامل ہیں۔ ریڈیو پاکستان کے سنٹرل پروڈکشن یونٹ نے بھی ان کی غزلیات کو تبسم وارثی اور تسنیم کوثر کی آوازوں میں ریکارڈ کیا ہے۔ وہ علمی اور ادبی جریدے ماہنامہ "سفید چھڑی" کے بانی مدیر ہیں جو گزشتہ تیئس سال سے مسلسل شائع ہو رہا ہے، وہ بے بصر افراد کے لئے ہی خدمات سرانجام نہیں دے رہے ہیں بلکہ اپنے علاقہ رحمت پارک کی ویلفیئر سوسائٹی کے صدر کے طور پر بھی اپنا بھرپور کردار ادا کر رہے ہیں نیز کنٹونمنٹ بورڈ سرگودھا کی پبلک سیفٹی کمیٹی کے رکن بھی ہیں۔ وہ ایڈیٹرز کونسل سرگودھا ڈویژن کے بھی ایک مدت تک ایگزیکٹو ممبر رہے ہیں اس کے علاوہ رکن ایڈوائزری کمیٹی ریڈیو پاکستان سرگودھا بھی ہیں۔ تابش

اکیڈمی کے نام سے ایک پرائیویٹ ادارہ بھی ان کی سرپرستی میں شہر بھر کے بچوں اور بچیوں کے لئے تعلیمی سہولیات فراہم کرتا رہا ہے، گزشتہ ۳۰ سال سے "بزمِ فکر و خیال" کے پلیٹ فارم سے، جس کے وہ بانی صدر ہیں، علم و ادب کی آبیاری میں اپنی صلاحیتوں کا بھرپور اظہار کر رہے ہیں۔

خاندانی تفصیلات:

ان کا تعلق ایک معزز گھرانے سے ہے، ان کے والد ماجد جناب شیخ اللہ دیا (مرحوم) گورنمنٹ ہائی سکول خوشاب اور گورنمنٹ ہائی سکول نمبر 1 سرگودھا میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پروفیسر شیخ محمد اقبال ایک کامیاب گھریلو زندگی گزار رہے ہیں، تین بچوں کے باپ ہیں، آپ کا بیٹا تابش اقبال ایک ملٹی نیشنل کمپنی لفارج سیمنٹ فیکٹری میں بطور سینئر انجینئر فرائض سرانجام دے رہا ہے، آپ کی بیٹی کوکب اقبال لاہور کے ایک سرکاری کالج میں انگریزی کی پروفیسر ہے اور شاعرہ بھی ہے۔ جبکہ دوسری بیٹی کشور اقبال سرگودھا کے ایک سرکاری سکول میں سینئر انگلش ٹیچر ہے۔ ان کے ایک داماد حافظ جی ایم اختر یونیورسٹی آف سرگودھا میں اسسٹنٹ رجسٹرار ہیں اور دوسرے داماد محمد یعقوب ملک ایچی سن میں شعبہ ریاضیات کے چیئرمین۔

موجودہ سرگرمیاں:

پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال ہمیشہ نئے طور اور نئی برقِ تجلی کے خواہاں رہے ہیں، وہ گزشتہ 40 سالوں سے بے بصر افراد کی تعلیم و تربیت کے لئے کوشاں ہیں اور ایک ہمہ جہتی سکول "سفید چھڑی مرکز برائے نابینا افراد" نیو سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا میں قائم ہے۔ شاعری کے علاوہ موسیقی سے بھی گہری دلچسپی رکھتے ہیں اور اپنی غزلیات کی دھنیں خود تیار کرتے ہیں الغرض ان کی پوری زندگی ایک مشن اور ایک نہ ختم ہونے والا جذبہ ہے تاکہ زندگی کو اس کے باسیوں کے لیے ایک خوب صورت اور قابلِ برداشت جگہ بنایا جاسکے۔

تصانیف

شاعری:

1۔ساحلِ تشنہ لب	(1982)

2۔ سوالیہ نشان (دو ایڈیشن) (1989)(1993)

3۔ اک ہمسفر اچھا لگا (1998)

4۔ تلاوتِ دل (مجموعہ حمد و نعتؐ) (1998)

Love's no Crime۔5 (2005)

6۔ یہ کافر دل نہیں مانا (2007)

تنقید:

1۔ جون ڈن شخصیت اور شاعری (1993)

2۔ اقبال بحضورِ اقبال (1999)

3۔ جون کیٹس شخصیت اور شاعری (2001)

نثر:

1۔ ذوقِ تماشا (1993)

2۔ جہانِ مہرو پرویں (1997)

3۔ دیدۂ دل (1998)

4۔ کب رات بسر ہوگی (2001)

5۔ آشوبِ آگہی (2007)

6۔ مجھے ہے حکمِ اذاں (2012)

7۔ ڈپریشن علامات، اسباب اور علاج (2013)

خود نوشت:

1۔ پردۂ سیمیں سے (چند سوانحی جھلکیاں) (2009)

زیرِ طبع کتب

The Impact of British Poets on Iqbal۔1 (پی ایچ ڈی کا تحقیقی مقالہ)

ڈاکٹر شیخ محمد اقبال پر شائع شدہ کتب و جرائد

1۔ ماہنامہ "سفید چھڑی" کا پروفیسر شیخ اقبال نمبر (1999)

2۔ بیاضِ دل (مرتب: شاہد بخاری ایڈووکیٹ) (2005)

3۔ ماہنامہ "سفید چھڑی" کا پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال کی نظم و نثر سے انتخاب نمبر (2005)

4۔ ماہنامہ "رشحات" (لاہور) کا پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال نمبر (2007)

5 ۔ سلسلہ وار مجلّہ "دستک" مری کا پروفیسر ڈاکٹر شیخ محمد اقبال نمبر (2007)

6۔ حرفِ تمنا (مرتب: شاہد بخاری ایڈووکیٹ) (2008)

7۔ ڈاکٹر شیخ اقبال شخصیت اور فن (مؤلف: تصور اقبال) (2011)

8۔ ماہنامہ "سپوتنک" لاہور کا ڈاکٹر شیخ اقبال نمبر (2012)

9۔ خصوصی گوشہ ماہنامہ "سرگزشت" کراچی (2013)

10۔ خصوصی گوشہ سہ ماہی "بے لاگ" کراچی (2013)

11۔ خصوصی گوشہ "روزنامہ کشمیر پوسٹ انٹرنیشنل" اسلام آباد (2013)

12۔ ڈاکٹر گوہر نوشاہی کی زیرِ نگرانی "پروفیسر ڈاکٹر شیخ اقبال کی غزل گوئی" پر عاصمہ قمر اعوان کا ایم اے اردو کی سطح کا تحقیقی مقالہ (سیشن 08-2007)

مختلف جرائد و کتب میں ڈاکٹر شیخ اقبال کا ذکر اور نثری اور شعری تخلیقات

سہ ماہی ادبیات کا بہترین شعری ادب (2008)

English Poets of Pakistan: شاہینہ آصف

"دشتِ سخن"، مائکل شاکر (2013)

"بہارِ نعت"، حفیظ تائب (1990)

"نبی کا قصیدہ"، ارشد محمود ارشد (2010)

"سخنورانِ سرگودہا"، اخلاق عاطف (1983)

"جانِ رحمت (نعتیہ انتخاب)"، اخلاق عاطف (1985)

"نعت گویانِ سرگودھا"، شاکر کنڈان (2006)

"ہسٹری آف سرگودھا"، پروفیسر صاحبزادہ عبدالرسول (2006)

اہلِ قلم ڈائریکٹری (اکادمی ادبیات پاکستان) (2008)

انٹرنیشنل ڈائریکٹری آف اُردو رائٹرز (اکادمی ادبیات پاکستان)

"ہمتِ مرداں مددِ خدا"، بریگیڈیئر ڈاکٹر محمد اشرف (2011)

انعامات واعزازات

☆۔سکاؤٹنگ میں خدمات کے اعتراف میں "صدارتی ایوارڈ"

☆۔سماجی خدمات کے اعتراف میں پنجاب سوشل سروسز ایوارڈ

☆۔"ستارۂ سماج" منجانب پاکستان سوشل ایسوسی ایشن

☆۔"نشانِ خدمت" منجانب ینگ سروئنس ویلفیئر سوسائٹی سرگودھا

☆۔"پنجاب انجم ایوارڈ" منجانب: انجم آرٹ سوسائٹی وقاسم آرٹ سوسائٹی سرگودھا

☆۔تین عدد ایوارڈ ز منجانب: ایڈیٹرز کونسل سرگودھا (شیلڈ، گولڈ میڈل، شاہین ایوارڈ)

☆۔تین عدد شیلڈز منجانب: یونیورسٹی آف دی پنجاب لاہور

☆۔شیلڈ منجانب: گورنمنٹ کالج سرگودھا

☆۔شیلڈ منجانب: قائداعظم لاءکالج سرگودھا

☆۔عمدہ کارکردگی پر قائداعظم گولڈ میڈل (منجانب: برائٹ فیوچر سوسائٹی، ایس اے فاؤنڈیشن لاہور)

☆۔راؤ متان ڈاکٹر سینٹر سرگودھا کی جانب سے "خدمتِ انسانیت ایوارڈ"

☆۔الیکٹرانک میڈیا کلب سرگودھا کی طرف سے "بیسٹ پرفارمنس ایوارڈ"

☆۔شیلڈ منجانب: کمانڈنٹ اینڈ آل آفیسرز (آرمی ویٹرنری سکول) سرگودھا

Website: www.sufaidchari.com

Email: iqbalsheikh68@yahoo.com,